طلوع اسلام

جلد نمبر ۸
شمارہ ۳۸
کراچی: ہفتہ - ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء
قیمت چھ آنہ
سالانہ پندرہ روپے

قرآن نے کیا کہا؟

لیکن اس معاشرہ میں صرف اتنا ہی نہیں ہوگا کہ کھانے پینے کی افراط اور سامان آرائش و آسائش کی فراوانی ہوگی - اس میں جسمانی راحتوں کے ساتھ، دل و دماغ کی آسائشیں بھی میسر ہونگی - افراد معاشرہ کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کسی قسم کا کینہ اور عداوت نہیں ہوگی - ونزعنا مافی صدورهم من غل - (۴۳/۷) اقوام عالم میں کسی مقام پر بھی کسی قسم کی ذلت اور رسوائی نہیں ہوگی - ولا یرهق وجوههم قتر ولا ذلة (۱۰/۲۶) بڑے سے بڑا جانگداز حادثہ بھی انہیں پریشان نہیں کرسکیگا - لایحزنهم الفزع الاکبر (۲۱/۱۰۳) نہ جانکاہ مشقت ہوگی نہ ذہنی اور نہ نفسیاتی افسردگی - لا یمسنا فیها نصب ولا یمسنا فیها لغوب (۳۵/۳۵) تمام افراد نہایت خندہ پیشانی اور خوش مزاجی سے رہیں سہینگے - فی شغل فاکهون (۳۶/۵۵) -

یہ ہے وہ جنتی معاشرہ جو نظام ربوبیت کی رو سے متشکل ہوگا - اسکی آسائشیں پائدار اور راحتیں زوال نا آشنا ہونگی - اکلها دائم و ظلها (۱۳/۳۵) یعنی جب تک افراد معاشرہ اپنے عہد پر قائم رہینگے انہیں یہ نتیجہ میسر آتا رہیگا -

---

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ

(۱) تنہا انسانی عقل، زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اس طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔

(۲) یہ وحی اب قرآن کریم ہی میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوع انسانی اس کے بغیر منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔

(۳) [illegible] قرآن ہے ... جو قرآن کے خلاف ہو [illegible] غلط ہے۔

(۴) حضور نبی اکرم [illegible] انسانی بہبود [illegible] نظام [illegible] جاری [illegible] جسے حضور کے بعد خلفاء [illegible] آگے جاری رکھا [illegible] اب یہ [illegible] حضور [illegible]۔

(۵) قرآن [illegible] تمام انسانوں [illegible] کے افراد ہیں [illegible] زندگی بسر کرتے۔

(۶) اس نظام [illegible] زندگی کی تشکیل [illegible] ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں [illegible] باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں۔ [illegible] قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔

(۷) اس نظام [illegible] معاشرے کی تشکیل کرتا ہے [illegible] کوئی شخص [illegible] ضروریات زندگی سے محروم نہیں رہتا [illegible] ربوبیت عالمین [illegible] تمام نوع انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۸) ربوبیت عالمین کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے انفرادی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم [illegible] ضرورت کے لحاظ سے ہو [illegible] کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے قرآنی نظام ربوبیت کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ

اسلامی پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں اس قرآنی نظام ربوبیت کو نافذ ہو جائے [illegible] تاکہ [illegible] نشو و نما پاسکیں [illegible] "رب العالمین" [illegible]۔

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ سیلاب بلا ★ ایران کی شمولیت ★ کشمیر کا نقشہ ★ حقائق و عبر ★ مجلس اقبال
★ تاریخی شواہد ★ اسلام کی سرگزشت ★ عورت کا قرآن ★ وہ کتاب جسے اقبال لکھنا چاہتے تھے
★ رسول اللہ کا قیاس و گمان ★ بزم طلوع اسلام ★ عالم اسلامی ★ بین الاقوامی جائزہ

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ' رہنے سہنے کا ڈھنگ - سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں -

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے -

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت' علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے -

ضخامت دو سو چوبیس صفحات

قیمت دو روپے آٹھ آنے -

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ہے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذہبی تصورات سے متنفر ہوتے ہوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ہی سے ہاتھ دھو چلا تھا - عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رہے ہیں - باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ہیں جنھیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا - یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کرچکے ہیں - قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم - بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات - کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ - قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک -

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنھوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ہے - مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی -

بڑا سائز - ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط - گرد پوش حسین -
قیمت چھ روپے - علاوہ محصولڈاک -

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا -

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے -

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ہے اور اسلامی نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنھوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھولدی ہیں - قیمت دو روپے -

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوعِ اسلام

جلد ۸	ہفتہ	۲۲ راکتوبر ۱۹۵۵ء	نمبر ۳۸

سیلابِ بلا

۔ ۸ راکتوبر کے طلوع اسلام میں جب ہم نے سیلاب کے متعلق لکھا تھا تو اس وقت اس کا سان گمان بھی نہ تھا کہ جس حادثۂ عظیمہ کو ہم ماضی کی مصیبت کہہ کر بیان کر رہے ہیں وہ درحقیقت مستقبل کی بلائے ناگہانی کی تمہید ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد، پنجاب اور ملحقہ علاقوں میں جس قسم کا سیلاب آیا ہے، ان علاقوں کی تاریخ میں اس کی مثال بمشکل ملے گی، بالخصوص اس موسم میں جب بارشیں ختم ہو چکی ہوں اور دریاؤں نے سمٹنا شروع کر دیا ہو۔ بدقسمتی سے سیلاب کی زد میں بیشتر وہ علاقے آئے ہیں جن میں مصیبت زدہ "پناہ گزیں" آکر آباد ہوئے تھے۔ یہ ہندوستان سے لُٹے پٹے آئے اس انداز سے کہ نہ اُن کے پاس کوئی اَثاث البیت تھا اور نہ ہی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے پیسہ۔ انہوں نے خدا خدا کر کے، ان پانچ سات سال میں، کچھ سامان زندگی فراہم کیا تھا ــــ لیکن ــــ وہ جو کہتے ہیں کہ مرے کو مارے شاہ مدار تو دریا کی ایک ہی موج نے اس سب کا صفایا کر دیا اور یہ سوختہ سامان پھر وہیں پہنچ گئے۔ جہاں سے انہوں نے اپنی نئی زندگی کو شروع کیا تھا۔ کس قدر کرب انگیز ہے یہ مصیبت اور کیسا جگر خراش اور روح فرسا ہے اس کا تصور۔

خدا عدو کو بھی یہ خوابِ بد نہ دکھلائے

ذرا سوچئے کہ ہزاروں خاندان جو رات کو اپنی، اچھی بُری چھت کے نیچے اطمینان سے سوئے تھے، صبح ہوتے ہی اس طرح خانماں برباد ہو جائیں کہ نہ پہننے کو کپڑا۔ نہ کھانے کو روٹی۔ نہ پاؤں ٹکانے کو دھرتی نہ سر چھپانے کو چھپر۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ کسی کو علم نہیں کہ کون بچا اور کون مر گیا اور جو بچا ہے وہ کس حالت میں ہے اور کہاں ہے؟ اس سے بڑھ کر قیامت خیز تباہی اور کیا ہوگی؟ اگر کسی رات اتفاق سے بارش میں آپ کی چھت ٹپکنے لگ جائے تو سوچئے کہ آپ کو کس قدر پریشانی ہوتی ہے؟ اس سے اندازہ لگایئے کہ ان لوگوں پر کیا بیتی ہوگی جن کا پورا گھر پانی میں ڈوب چکا ہو۔ اور ایک آدھ گھر نہیں بلکہ علاقے کا علاقہ زیر آب ہو اور، وہ جو قرآن نے (طوفان) حضرت نوحؑ کے ضمن میں) کہا ہے کہ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ (۱۱/۴۳) "آج اس طوفان بلا انگیز سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی" ۔ اس کا زندہ منظر آنکھوں کے سامنے ہو۔ قوموں کی زندگی میں ایسے حوادث کم آتے ہیں۔

لیکن قوم اور قوم میں بھی فرق ہے۔ اس قسم کے کائناتی حوادث زندہ قوموں پر بھی آتے ہیں۔ لیکن اول تو انہوں نے اپنی دوربینی سے ان کے لئے پہلے ہی حفاظتی تدابیر اختیار کر رکھی ہوتی ہیں۔ اور اگر معاملہ ان کی حد سے آگے بڑھ جائے تو پوری کی پوری قوم اٹھ کر انہیں اس طرح سنبھال لیتی ہے کہ افراد کو ان کے نقصان کا احساس تک بھی نہیں ہوتا۔ حادثہ کے گزر جانے کے بعد قوم کے ارباب حل وعقد سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہماری سابقہ تدابیر میں کیا کمی رہ گئی تھی۔ اور اس کمی کو آیندہ کے لئے کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک قوم ہمارے جیسی ہوتی ہے کہ کراچی میں لاکھوں کی تعداد میں "پناہ گزیں" جھونپڑیوں میں آباد ہیں۔ یہاں سال میں ایک آدھ مرتبہ بارش ہوتی ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو یہ جھونپڑیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ شہر میں کہرام مچ جاتا ہے۔ اخبارات میں بڑی بڑی جلی سرخیوں سے اس "قومی مصیبت" کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ لیڈران قوم اپنے اپنے موٹروں پر موقعہ پر پہنچتے ہیں لیکن اپنے فوٹو اس انداز سے اتروالتے ہیں کہ کوئی بارش میں کھڑا غریبوں کو چاول بانٹ رہا ہے۔ کوئی کیچڑ میں لت پت ان میں کپڑے تقسیم کر رہا ہے ان کے یہ کارنامے اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ان کے بلند آہنگ دعاوی پر مشتمل بیانات کہ ہم پناہ گزینوں کا مسئلہ تین ماہ میں حل کر کے دکھا دیں گے۔ دو تین دن تک یہ ہنگامہ رہتا ہے۔ پھر بارش تھم جاتی ہے۔ تو یہ "قومی مصیبت" بھی ختم ہو جاتی ہے۔ لیڈر آرام کی نیند سو جاتے ہیں اور اپنے فوٹو اور اخبارات کے تراشوں کو سنبھال کر رکھ لیتے ہیں کہ آنے والے الیکشن میں" بوقت ضرورت" کام آئیں۔ یہ لیڈروں کی حالت ہے۔ دوسری طرف عوام ہیں کہ بارش میں انہیں لوہے کی چادریں (مفت) مہیا کی جاتی ہیں کہ وہ پختہ جھونپڑیاں بنالیں۔ بارش رکنے پر وہ چادریں "جونا مارکٹ" میں بک جاتی ہیں۔ اور جھونپڑیاں پھر کاغذ اور ٹاٹ کی بن جاتی ہیں تاکہ آیندہ سال پھر چادریں ملنے کا موقعہ بہم پہنچا دیں۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت کے دارالسلطنت میں یہ تماشا آٹھ سال سے متواتر ہو رہا ہے اور ہر سال اسی "سین سینری" سے دُہرایا جاتا ہے۔ نہ قیادین کو اس کی فکر ہے کہ اس مسئلہ کا کوئی مستقل حل سوچنا چاہیئے اور نہ متبعین کو اس کا احساس کہ زندگی کو کسی ڈھب پر گزارنے کی شکل پیدا کرنی چاہیئے۔ جو قوم تین چار دن کی بارش کا علاج نہ سوچ سکے وہ اتنے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کیا کرے گی؟

یہ تو ہے ہمارے ہاں کے "دنیاداروں" کا حال۔ باقی رہے یہاں کے "دیندار" سو ان کے نزدیک مسائل اُن سے بھی زیادہ آسان ہیں۔ جب کبھی اس قسم کے حوادث آتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو اطمینان اور قوم کو تسکین دے لیتے ہیں کہ یہ سب ہماری شامتِ اعمال ہے۔ یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ کہنے کو تو وہ "ہمارے گناہ" کہتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کی مراد ہوتی ہے "دنیادار طبقہ" (ارباب حکومت وقیادت) کے گناہ کیونکہ یہی وہ طبقہ ہے جو (اُن کی اصطلاح میں) فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے خدا کا عذاب آتا ہے۔ یہ خیال کہ طبعی حوادث (مثلاً آندھیاں۔ بارشیں۔ سیلاب زلزلے۔ وغیرہ) خدا کا عذاب ہیں جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم پر نازل ہوتا ہے، اس قدر عام ہے کہ اس کے متعلق ہمارے پاس اکثر استفسارات آتے رہتے ہیں۔ اس خیال کے عام ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کی نگاہ کو اس طرف آنے ہی نہیں دیا جاتا کہ فطرت کے طبعی حوادث کا علاج طبعی قوانین فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اسی قسم کی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ اس سے قوم مطمئن ہو جاتی ہے کہ یہ عذاب طبقۂ بالا کے فسق و فجور کی وجہ سے آتے ہیں اور چونکہ یہ خدا کی طرف سے ابتلاء ہے اس لئے کوئی ان کی روک تھام نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان طبعی حوادث کو انسانوں کی نیکی اور بدی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا٭۔ اگر سیلاب لوگوں کے فسق و فجور کی وجہ سے آئے تو اسے فاسق و فاجر لوگوں کو تباہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اس کے برعکس ہوتا یہ ہے کہ یہ فاسق و فاجر طبقہ تو اس عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور پس جاتے ہیں

٭ قرآن میں اقوام سابقہ پر طبعی شکلوں میں جو عذاب آتا تھا اس کے متعلق "سلیم کے نام خطوط" میں سترھواں خط ملاحظہ کیجئے۔

بیچارے غریب جو عام طور پر نیک ہوتے ہیں۔ یہ عجیب مکافاتِ عمل کا قانون ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی! امیروں کا طبقہ اوّل تو اپنے مکان ہی ایسی جگہ اور اس قسم کے بناتا ہے کہ وہ سیلاب سے بالعموم محفوظ رہیں اور اگر کبھی وہ اس کی زد میں آ بھی جائیں تو وہ اس سے بچنے کے ہزار سامان کر لیتے ہیں لیکن آگ لگے یا پانی برسے، غریبوں کی جھونپڑیاں سب سے پہلے تباہ ہوتی ہیں۔ افرادِ قوم سے آگے بڑھیئے تو مختلف اقوامِ عالم ہمارے سامنے آتی ہیں۔ یورپ کی قومیں سب سے زیادہ "فسق و فجور" میں مبتلا رہتی ہیں۔ اور مشرقی قومیں بالعموم مذہب پرست ہیں۔ لیکن دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ وہ قومیں اس قسم کے حوادث کے عواقب سے بالعموم محفوظ رہتی ہیں اور یہاں کی مذہب پرست قومیں ان سے زیادہ تباہ ہوتی ہیں۔ اقبالؔ کے الفاظ ہیں:

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن قوموں نے تسخیرِ فطرت کا راز سمجھ لیا ہے جس کی وجہ سے وہ فطرت کے ان حوادث کا مقابلہ اور ان کی روک تھام، خود قوانینِ فطرت کی رُو سے کرتی ہیں۔ ہالینڈ۔ پورے کا پورا ملک۔ سمندر کے ساحل پر واقع ہے اور سطحِ سمندر سے کتنے ہی فٹ نیچا۔ لیکن اس نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ سمندر کا ایک قطرہ پانی بھی، ان کی "اجازت" کے بغیر ملک میں نہیں آ سکتا۔ اس کے برعکس، امریکہ کی بنجر زمینوں کو مصنوعی بارش سے سیراب کیا جا رہا ہے۔ جہاں زلزلے آتے ہیں وہاں مکانات ایسے تعمیر کئے جاتے ہیں جن پر زلزلہ اپنا اثر ہی نہ کر سکے۔ چین میں دریائے زرد کا نام ہی "بلائے موت" تھا۔ جب سے انسان نے آنکھ کھولی اس نے دیکھا کہ یہ دریا ہر سال اپنا رُخ بدل لیتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں انسانوں اور مویشیوں کی جانیں ہلاک اور بے حساب سامان و متاع تباہ و برباد کر دیتا ہے اس کا کوئی علاج چینیوں کی سمجھ میں آج تک نہیں آیا تھا۔ لیکن دو تین سال ادھر خبر آئی کہ چین کی نئی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس "بلائے ہلاکت" کے منہ میں لگام دینی چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے ایک اسکیم تیار کی۔ کہتے ہیں کہ ان کا صدر، ماؤزے تنگ، لبِ دریا گیا اور اسے مخاطب کر کے کہا کہ "اے زرد دریا! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اب یہاں عوام کی حکومت ہے۔ اس لئے تجھے اب اپنا رُخ ان کی مرضی کے مطابق رکھنا پڑے گا"۔ چنانچہ دریائے زرد کو یہ حکم ماننا پڑا اور اب وہ زمین پر ہاتھ رگڑتا ہوا، ٹھیک اس راستے پر چلا جاتا ہے جو اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے حالانکہ وہاں کی حکومت، فاسق و فاجر تو ایک طرف، خدا تک کو نہیں مانتی۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ طبعی حوادث فطرت کے قوانین کے مطابق رونما ہوتے ہیں اور ان کا علاج انہی قوانین کی رُو سے ہوتا ہے۔ اس میں کفر و ایمان اور گناہ و ثواب کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ قرآن نے تسخیرِ فطرت کو "آدم" (یعنی آدمی) کے لئے عام بتایا ہے جب اس نے کہا ہے کہ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت والارض جمیعا۔ کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے اسے ہم نے تمہارے لئے قانون کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ تو اس اعلان کا مخاطب "آدمی" ہے کوئی خاص گروہ نہیں۔ اس لئے دنیا کی جو قوم بھی چاہے تسخیرِ فطرت کر سکتی ہے۔ جو قوم تسخیرِ فطرت کرے گی، وہ طبعی حوادث کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہے گی۔ جو ایسا نہ کرے گی وہ نقصان اٹھائیگی۔ اگر کوئی فاسق و فاجر (بلکہ ملحد و دہریہ) برسات سے پہلے اپنے کوٹھے کی چھت لیپ لے گا تو بارش اسے کچھ نہیں کہے گی۔ اس کے برعکس اگر کوئی نمازی، پرہیزگار اس کی طرف سے لاپرواہی برتے گا تو بارش میں اس کی چھت ٹپکے گی۔ اس میں کسی کے لئے استثناء نہیں ہوتی۔

قرآن نے زندگی کی ایک سطح حیوانی بتائی ہے۔ حیوان فطرت کو مسخر نہیں کر سکتا۔ اس کے رحم و کرم پر رہتا ہے۔ دوسری سطح آدمیت کی ہے۔ آدمی فطرت کو مسخر کر سکتا ہے اور تیسری سطح مقامِ مومن کی ہے جس میں وہ تسخیرِ فطرت کے بعد، اپنی ذات کے نشوونما کے بھی قابل ہوتا ہے جس کا طریق متاعِ فطرت کو نوعِ انسانی کی پرورش کے لئے عام کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم مقامِ مومن تک نہیں پہنچ سکتی جب تک وہ پہلے مقامِ آدمیت تک نہ پہنچ جائے۔ اقبالؔ کے الفاظ میں

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

مقامِ مومن تو خیر بہت دور کی بات ہے۔ اگر پاکستان ان سیلابی حوادث سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو اسے کم از کم مقامِ آدمیت حاصل کرنا ہوگا۔ یعنی تسخیرِ فطرت۔ اور تسخیرِ فطرت کے لئے قومی کردار (نیشنل کیریکٹر) کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ یہ چیز انفرادی نہیں، اجتماعی کوششوں ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ فھل من مدکر؟

ایرانؔ کی شمولیت

ایران بالآخر معاہدۂ بغداد میں شریک ہو گیا ہے۔ اس کی شرکت شروع سے ہی متصور کی جا رہی تھی۔ گو اس کا اندازہ تھا کہ اس کی راہ میں کئی طرح کے کانٹے بکھرے ہوئے ہیں۔ اس کی سرحد روس سے متصل ہے اور اس کی وجہ سے اس کے حدود میں اشتراکی اثر کافی حد تک سرایت کر چکا ہے۔ مزید برآں تیل کے مسئلے نے تین سال تک اس کی داخلی سیاست میں ایسا خلفشار پیدا کئے رکھا کہ اس کے لئے معین لائحہ عمل کا فیصلہ کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا محال سا ہو گیا۔ اس صورت حال کا بھی اشتراکیوں نے فائدہ اٹھایا اور ایران میں تذبذب اور بے یقینی کو پھیلا دینے کی بڑی کوشش کی۔ جب تیل کا قضیہ طے ہو گیا تو ان عناصر تخریب و انتشار کی روک تھام کی صورت پیدا ہو گئی اور ایران کی سیاست کا رُخ بھی متعین ہو گیا۔ ایران کے تازہ فیصلہ سے ایک تو اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اب وہ داخلی اعتبار سے اس قدر متوازن ہو گیا ہے کہ وہ حتمی فیصلے پورے اعتماد سے کر سکتا ہے۔ دوسرے اپنی قسمت ممالک اسلامیہ سے وابستہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ دونوں رجحانات بڑے خوش آیند ہیں اور دور رس نتائج کے حامل۔

ایران کی شرکت سے معاہد ممالک کی تعداد پانچ تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ممالک ترکی، عراق، ایران، پاکستان اور برطانیہ ہیں۔ اس سے وہ خلا بھی پُر ہو جاتا ہے جو انقرہ سے کراچی تک کے راستے میں پایا جاتا تھا۔ جیسا کہ سابقہ اشاعت میں لکھا گیا تھا، پاکستان کی شمولیت نے معاہد ممالک کے لئے ممکن بنا دیا ہے کہ وہ معاہدہ کے ضابطہ کے مطابق ایک مشترکہ کونسل تشکیل کریں اور اسے عملی شکل دیں۔ ایران کی آمد سے اصطلاحی طور پر تو کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے معاہدہ بغداد میں مزید تقویت ہو جائے گی۔ اور معاہد ممالک زیادہ وثوق سے اس خاکے میں رنگ عمل بھر سکیں گے۔

معاہدۂ بغداد نے عالم اسلامی کے لئے جو صورت حال پیدا کر دی ہے اسے اچھی طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ پاکستان سے مصر تک دیکھا جائے تو سب ممالک مسلمہ آزاد نظر آئیں گے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ کمزور بھی ہیں اور غریب بھی۔ گو کمزوری اور غریبی ایک تاریخی عمل کی پیداوار ہیں تاہم سیاسی آزادی نے ان ممالک کے لئے یہ موقع بہم پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی تعمیر و ترقی کے لئے ایسی جد و جہد کریں جو دورِ غلامی میں ممکن نہیں تھی۔ لیکن اس جد و جہد کے لئے سرمایہ تجربہ اور محنت کی ضرورت ہے اور ان ممالک میں بدقسمتی سے آجکل یہ جوہر مفقود ہیں۔ محنت تو خیر ذاتی شے ہے اور اس قوت کے ابھرنے کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن سوال سرمایہ اور تجربے کا ہے۔ ان کے لئے بہرحال ان ممالک کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو ترقی یافتہ ہیں۔ یہ بظاہر ایک سادہ اور سیدھا مسئلہ ہے مگر عالمی تصادم نے اسے بہت پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اس وقت دنیا میں دو طاقتیں ہیں۔ ایک امریکہ دوسرا روس۔ دونوں اپنی جگہ بڑے ترقی یافتہ ممالک ہیں اور ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پسماندہ ممالک کی مدد کر سکیں۔ امریکہ اپنے طور پر یورپ اور ایشیا کے کئی ممالک کو کروڑوں ڈالر کی امداد دے چکا ہے اور دے رہا ہے۔ روس نے اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر اقدام نہیں کیا۔ اس کی ذمہ داری بہت حد تک نظریہ اشتراکیت پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک غیر اشتراکی ممالک میں جوں جوں ابتری پھیلے گی اور بدحالی کو فروغ ہوگا فضا زیادہ سے زیادہ اشتراکیت کے لئے سازگار ہوگی۔ اس عقیدہ کی رو سے اشتراکی مجبور ہیں کہ وہ قابل امداد غیر اشتراکی ممالک کو مدد نہ دیں۔ چنانچہ روس ایک عرصہ تک اس حکمت عملی پر کاربند رہا لیکن جب اس نے دیکھا کہ امریکہ دوسرے ممالک کو محض اس لئے مدد دے رہا ہے کہ وہ انہیں خرید کر بوقت ضرورت روس کے خلاف لڑائے۔ اس پروپیگنڈے کو اور مؤثر بنانے کے لئے اس نے "غیر جانبداری" کا نظریہ پیش کیا۔ کہنے کو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ امریکہ اور روس کی کشمکش میں کسی ایک فریق کا بھی ساتھ نہ دیا جائے لیکن چونکہ مدد لینے والی اقوام کا رجحان امریکہ کی طرف تھا اس لئے

عملاً اس سے یہ نتیجہ نکالنا مقصود تھا کہ متعلقہ اقوام کا رجحان امریکہ کی طرف نہ رہے۔ اس "غیر جانبدار پالیسی" کو ہندوستان نے خصوصیت سے اپنایا۔ گو یہ علیحدہ بحث ہے تاہم ضمناً یہ کہنا کافی ہے کہ ہندوستان نے اسے ایشیائی اقوام کے دلوں میں بڑی محنت سے جاگزیں کرانا چاہا تاکہ امریکہ کی بیدخلی سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ پُر کرے اور وہ ایشیا کا قائد بن جائے ممالک اسلامیہ میں اس نے انڈونیشیا اور مصر کو اپنا ہم نوا بنایا۔ اس سے اسے عالم اسلامی میں تفریق پیدا کرنے کا بھی موقع مل گیا۔ نام نہاد غیر جانبداری، مصر کے مزاج کے مطابق نکلی کیونکہ مصر عالم اسلامی کی بالعموم اور عالم عرب کی بالخصوص قیادت کے خواب دیکھتا چلا آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اگر مسلمان ممالک نے فرداً فرداً امریکہ سے براہ راست تعلق پیدا کر لیا تو وہ مضبوط ہو جائیں گے اور اس کے حلقہ بگوش نہیں بن سکیں گے۔

چنانچہ ایک عرصہ اس کا مطالبہ یہ رہا کہ عرب ممالک کو انفرادی طور پر امداد نہ ملے بلکہ مجموعی طور پر ملے۔ یہ مطالبہ بے معنی تھا کیونکہ مصر کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ اگر کوئی ملک امریکہ سے مدد لینا چاہے تو وہ اس میں مزاحم ہو۔ ایک مدت تک تو عرب ممالک نے مصر کا لحاظ کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مصر نے ایک تعطل سا پیدا کر دیا ہے تو عراق نے جرأت سے اس تعطل کو توڑا اور امریکہ سے فوجی معاہدہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ترکی سے معاہدہ کیا جو معاہدۂ بغداد کے نام سے مشہور ہے اور جو ہماری آج کی بحث کا موضوع بحث ہے۔

اس معاہدے سے پہلے ترکی اور پاکستان کا معاہدہ انہی خطوط پر ہو چکا تھا۔ گو دونوں معاہدے جداگانہ تھے تاہم مصر نے بجا بھانپا کہ ترکی، پاکستان اور عراق حلیف بن گئے ہیں اور اس سے عراق کی پوزیشن مضبوط تر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ عراق کے خلاف ایک اعصابی جنگ شروع کر دی گئی۔ عراق کا کوئی بڑا واضح تھا اس نے عرب لیگ کو نہیں چھوڑا تھا۔ عرب مفاد سے غداری کی تھی وہ بدستور سابق عرب لیگ کا رکن تھا اور اس کی رکنیت کی تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے تیار تھا۔ نیز عرب لیگ کے دستور العمل کی رو سے اسے ہمسایہ ممالک سے معاہدے کرنے کی اجازت تھی۔ مصر نے عراق کی کوئی معقول بات نہ سنی اور کبھی یہ دھمکی دینے لگا کہ عراق کو عرب لیگ سے نکال دیا جائے گا اور کبھی یہ کہ وہ خود عرب لیگ سے نکل آئے گا۔ چند ہے یہ ہنگامہ بپا رہا مگر عراق اپنے موقف پر قائم رہا۔ مصر نے جب دیکھا کہ وہ عراق کو مرعوب نہیں کر سکا تو اس نے عراق کو عرب لیگ سے نکالنے یا وہاں سے خود نکلنے کا خیال چھوڑ دیا اور ایک نئے عربی دفاعی محاذ کی تشکیل کی طرح ڈال دی۔ اسے بڑی مشکل سے صرف دو ممالک کی تائید حاصل ہو سکی۔ ایک شام دوسرا سعودی عرب۔ اب شام کی تائید بھی ختم ہو گئی ہے اور نئے دفاعی سلسلہ کا منصوبہ خاک میں مل گیا ہے۔

مصر کے اس رویہ سے عرب لیگ تو ثانوی حیثیت اختیار کر گئی اور ممالک عربیہ تین حصوں میں بٹ گئے۔ ایک طرف عراق تھا جو ترکی اور امریکہ کا حلیف تھا اور عرب ممالک کو اس طرف دعوت دے رہا تھا۔ دوسری طرف مصر اور سعودی عرب تھے جو ان معاہدوں کے شدید مخالف تھے۔ تیسری طرف لبنان، اردن وغیرہ تھے جو ان معاہدوں کے حامی تو تھے لیکن مصر کی مخالفت کے پیش نظر اس کے لئے عملی اقدام کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مصر نے جب دیکھا کہ اسے اپنے موقف کے لئے مطلوبہ تائید میسر نہیں آ سکی تو وہ خاموش سا ہو گیا۔ مصر کے شور کا البتہ یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ کوئی اور عرب ملک معاہدۂ بغداد میں شریک نہیں ہوا۔ مصر اسے بھی اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔

یہ کیفیت افسوسناک ہے۔ کیونکہ اس طرح نہ تو عرب ممالک کے اتحاد باہمی کی کوئی شکل پیدا ہوئی اور نہ ان کی عسکری کمزوری کے رفع ہونے کی کوئی صورت نکلی۔ تفریق اور کمزوری نے عربوں کے لئے چند در چند مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ ان کی سب سے بڑی شکل یہودی حکومت ہے۔ اس حکومت کے قیام میں امریکہ کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے۔ اس کے پیٹھ ٹھونکنے کا نتیجہ ہے کہ یہودی حکومت کی حدود ان حدود سے کہیں زیادہ ہیں جو اقوام متحدہ نے ان کے لئے مقرر کی تھیں۔ یہودی نہ محض اقوام متحدہ کی متعین کردہ حدود سے آگے بڑھ آئے ہیں بلکہ وہ برابر آگے بڑھتے چلے آتے ہیں۔ ان کی طرف سے سرحدوں پر اکثر تصادم ہوتے رہتے ہیں جو کبھی کبھی جنگوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہودی حدود مملکت میں آبادی کا دباؤ اتنا ہے کہ اس کے زور سے یہودی آگے بڑھنے پر مجبور ہیں۔ گویا یہودی عربوں کے لئے مستقل خطرہ ہیں۔ یہودی عربوں کے لئے ہی نہیں تمام عالم اسلامی کے لئے مستقل خطرہ ہیں۔ جب تک یہ حکومت موجود ہے عالم اسلامی میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اس خطرے کے مقابلے کے لئے ضروری ہے کہ عرب متحد بھی ہوں اور مستحکم بھی۔

مصر نے اس خطرے کو بھانپا تو ضرور لیکن اتحاد و استحکام کی مناسب کوشش کرنے کی بجائے اس نے انفرادی طور پر اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ اس نے اقوام مغرب بالخصوص امریکہ سے اسلحہ خریدنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور مجبور ہو کر وہ اب ماسکو سے آس لگائے بیٹھا ہے۔ امریکہ کے رویہ کو دیکھا جائے تو مصر کے فیصلہ پر بہت کم اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے لیکن امریکہ پر اس کی پوری ذمہ داری ڈال دینے کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ممالک اسلامیہ میں مصر نے ایک نئے عنصر کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مصر کو محض اسلحہ خریدنا ہے اور اس میں نہ اشتراکیت کی تبلیغ کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ روسی اثر و دخل کا۔ لیکن یہ فرض کر لینا انتہائی سادگی ہوگی کہ روس اس کا فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ وہ یقیناً اس موقع کو عربی ممالک کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔ چنانچہ یہ بلاوجہ نہیں کہ اس کے تتبع میں چیکوسلواکیہ نے بھی اسلحہ بھیجنے کی پیش کش کر دی ہے اور سعودی عربیہ اور شام بھی ان سودوں پر آمادگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ روس کے لئے یہ بڑا عمدہ موقع ہے کہ وہ عربوں کو امریکہ سے بددل کر دے۔ اور ان کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرائے اور وہ اس کے لئے انتہائی کوشش کرے گا۔

تو گویا اب دنیائے اسلام کی صورت یہ ہو گئی ہے کہ ایک طرف ترکی، عراق، پاکستان اور ایران ہیں جو اسلحہ کی ضرورت امریکہ سے پوری کر رہے ہیں۔ اور کریں گے۔ دوسری طرف مصر ہے جو اسلحہ روس سے خریدے گا۔ اور تیسری طرف بقیہ عرب ممالک ہیں۔ جن میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ صاف طور پر ایک طرف ہوں۔ یا دوسری طرف۔ وہ یہ دیکھتے رہیں گے کہ یہ اونٹ بالآخر کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ یہ صورت حال یقیناً اتحاد عالم اسلامی کے منافی ہے۔ اور یہی وہ صورت ہے جس پر ہم مسلمانوں کو پوری طرح سوچنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ عالم اسلامی کی اولین ضرورت اتحاد ہے استحکام اور ترقی اتحاد کے لازمی نتائج ہوں گے۔ عالم اسلامی یعنی پاکستان سے ترکی اور شمالی افریقہ تک غیر معمولی اہمیت کا مالک ہے۔ روس اور امریکہ دونوں اس علاقہ کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہر قیمت دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن کوئی قیمت مانگنے والا نہیں۔ کمزور اور غریب ملک بھلا کیا قیمت طلب کر سکتے ہیں۔ وہ تو صید زبوں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیمت طلب نہیں کی جا سکتی۔ اگر ممالک مسلم اپنا متحدہ محاذ قائم کر لیں تو روس اور امریکہ مجبور ہوں گے کہ انفرادی طور پر ایک ایک ملک کو شکار کرنے کی بجائے مرکزی ادارے سے بات کریں اور معاملے کریں یہ ٹھیک ہے کہ امریکہ اس وقت یہودی حکومت کے بقاء کو عربوں کے بقاء پر ترجیح دے رہا ہے۔ اور اس کی سرد مہری کی وجہ سے مصر روس کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی تو۔۔ حقیقت ہے کہ تنہا مصر امریکہ پر وہ دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ جو یہودیوں کا ہے۔ اگر عرب اور دوسرے مسلمان ممالک باہم اکٹھے ہو جائیں تو امریکہ کا رویہ آن واحد میں بدل جائے گا اور پھر نہ وہ برطانوی استعماریت کی حمایت کرے گا۔ اور نہ ہمارے مطالبات کو ٹھکرائے گا۔ گویا آج جس بدسلوکی کی شکایت مصر کو ہے۔ اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو عالم اسلامی کا دروازہ اشتراکیت کے فتنے کے لئے نہیں کھل سکے گا۔

اس پس منظر میں بغداد کے معاہد ممالک کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ اتحاد عالم اسلامی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اور اس معاہدے کو اس اتحاد کی اساس بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم نے اوپر جو نقشہ پیش کیا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ خطرہ حقیقی ہو جاتا ہے کہ عالم اسلامی کئی محاذوں میں بٹ جائے۔ یہ ٹھیک ہے کہ دفاع اور موثر عملاً معاہدۂ بغداد ہے۔ لیکن مصر کے راستے جو سیلاب آ سکتا ہے۔ وہ اس معاہدے کے لئے مستقل خطرہ بن سکتا ہے لہٰذا ترکی، پاکستان، عراق اور ایران کو بڑے حزم و احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ انہیں ایک تو مخالفین معاہدہ کو برانگیختہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی ہر ممکن

کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ دوسرے اپنے عمل سے انہیں یہ ثابت کر دکھانا چاہیئے کہ وہ جو تنظیم پیدا کر رہے ہیں۔ وہی عالم اسلامی کے اتحاد و استحکام کی صحیح ضمانت ہے۔ بحالاتِ موجودہ

اتحاد عالم اسلامی کی ذمہ داری انہیں کے سر پر عائد ہو جاتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ ادارہ واقعی حسب خواہ طریق سے معرض وجود میں آجائے اور مصروف عمل ہو جائے تو دیگر ممالک اسلامیہ کے لئے اس سے دور رہنا مشکل ہو جائیگا اور وہ زود یا بدیر اس میں شامل ہو جائیں گے۔ معاہدہ بغداد کو عمل اور نتائج کی میزان میں تولا جائے گا۔ اور اگر اس میں وہ کم معیار نہ نکلا تو اس کی کامیابی یقینی ہے۔ بغداد کے معاہدین کامیابی کی اس راہ پر گامزن ہو گئے۔ تو جن مسائل نے عالم اسلامی کو اس وقت وقفِ اضطراب بنا رکھا ہے۔ ان کے تصفیہ کی خاطر خواہ صورت پیدا ہو جائے گی اور مسلمانانِ عالم توازن بدوش قوت کی حیثیت سے عالمی سیاست میں ایک نئے کردار کا مظاہرہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

کشمیر کا نقشہ

پاکستان کی صنعتی بین الاقوامی نمائش میں نقشۂ کشمیر کا جو قضیہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ بوجوہ افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ مذمت کے قابل رویہ ان غیرتمندوں کا نہیں جنہوں نے اس توہین کو برداشت کرنے سے انکار کر دیا کہ ہندوستان کراچی میں آکر پاکستان کو نقشے کی زبان سے کہے کہ کشمیر اس کا حصہ ہے۔ بلکہ مذمت کے قابل وہ اربابِ ذمہ دار ہیں جنہوں نے اس کھلی ہوئی توہین کو نظر انداز کیا۔ ہمارے نزدیک اس کی ذمہ داری سب سے پہلے منتظمین نمائش پر عائد ہوتی ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ ہندوستان ایسا اشتعال انگیز نقشہ نمائش کے لئے لایا ہے۔ یا کیا انہیں علم تھا لیکن وہ اسے نظر انداز کر گئے؟ اگر انہیں اس کا علم نہیں ہو سکا تو یہ بیخبری کی انتہا ہے اور اگر وہ اسے دیکھ کر نظر انداز کر گئے تو یہ بے حمیتی کی حد ہے۔ منتظمین کے بعد حکومت بھی اس ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتی۔ حکومت کو پبلک احتجاج پر فوراً اس معاملہ کو ہاتھ میں لے لینا چاہیئے تھا۔ اور اس دل آزار نقشے کو فوراً ہٹا دینا چاہیئے تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مظاہرین کا ایک وفد وزیر خارجہ سے ملے۔ اور حکومت کی توجہ اس اہم معاملہ کی طرف منعطف کرائے۔ اس اطلاع کے مطابق جناب وزیر خارجہ نے وفد سے یہ وعدہ کیا کہ: ہندوستانی ہائی کمشنر سے بات کریں گے وہاں یہ بھی کہا کہ ہندوستان ہمارا مہمان ہے جہاں تک مہمانداری کا تعلق ہے اور تو اور خود ہندوستان بھی پاکستان کے سلوک کی شکایت نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا وزیر خارجہ کو یہ معلوم نہیں کہ مہمانداری میں مہمان پر بھی بعض پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ لیکن کیا ہندوستان کو اخلاقاً اس کا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ مہمان بن کر ہمارے پاس آئے اور ایسے نقشے ہمارے گھر میں لٹکائے۔؟ ذرا آپ دہلی میں مہمان بن کر جائیے۔ اور کشمیر کو پاکستان کا حصہ دکھائیے پھر دیکھئے آپ کی مہمانداری کیسی ہوتی ہے! خیر یہ ضمنی بات ہے جہاں تک وزیر خارجہ کے اس وعدے کا تعلق ہے کہ ہندوستانی ہائی کمشنر سے بات کر کے اس نقشے کو ہٹوا دیں گے۔ وہ نمائش کے ختم ہو جانے تک پورا نہیں ہوا۔ کیا حکومت اس قدر بے بس تھی کہ وہ ہفتہ عشرہ میں یہ نقشہ بھی نہیں اٹھوا سکی تھی؟ اگر وہ مناسب کارروائی فوری طور پر کرتی تو نمائش میں جو ہنگامہ ہوا وہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ ہنگامہ سب کے لئے موجب عبرت ہے۔

بین الاقوامی جائزہ

اگلے ہفتے چار بڑے ملکوں کے وزرائے خارجہ کی وہ کانفرنس شروع ہو جائے گی جس کا کئی ہفتوں سے انتظار ہو رہا ہے بلکہ تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جنیوا کی چوٹی کی کانفرنس کے بعد عمومی فضا تو بظاہر پُرامن اور امید افزا ہو گئی تھی لیکن کسی معاملہ پر کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا۔ اس کانفرنس کے بعد توجہ خصوصیت سے دو مسئلوں پر مرکوز ہو گئی تھی۔ ایک مسئلہ تحدید اسلحہ کا تھا۔ اس پر مباحث برسوں سے ہو رہے تھے اور طرح طرح کی تجاویز پیش اور مسترد ہو چکی تھیں لیکن کہیں اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ جنیوا میں صدر آئزن ہاور نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک دوسرے کے فوجی مقامات کا معائنہ ہونا چاہیئے۔ اس سے بات آگے بڑھی تو تحدید اسلحہ کی سب کمیٹی نے غور و خوض کا نیا دور شروع کیا۔ یہ دور اب ختم ہو گیا ہے، دوسرا دور ضرورت کے مطابق وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے بعد ہو گا۔ روس نے صدر آئزن ہاور کی تجویز کو بظاہر سراہا ہے اور گو اس سے ایک حد تک توقعات ہموار ہوئیں کہ اتفاق رائے ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور عمومی ردعمل یہی ہو گیا کہ ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو روس، صدر آئزن ہاور کی تجاویز کو سراہتے ہوئے بھی اپنے اس سابقہ موقف پر قائم ہے جس کی بدولت ایسا تعطل پیدا ہو گیا۔ جس کے خاتمے کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ روس فوری طور پر ایٹمی اسلحہ کو ممنوع قرار دینا چاہتا ہے اور غیر ایٹمی اسلحہ میں ایک تہائی کی تخفیف کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ مطالبہ امریکہ کے نزدیک اس لئے قابل قبول نہیں کہ جب تک فوجی قوت کا صحیح اندازہ نہ لگا لیا جائے اندھا دھند تخفیف کا کوئی مطلب نہیں۔

دوسرا مسئلہ جرمنی کا ہے۔ مغربی جرمنی اقوام مغرب کا حلیف ہی نہیں بلکہ اسے مسلح کر کے ناٹو کا رکن بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ روس جرمنی کو نہ مسلح کرنے کے حق میں ہے نہ اسے مغرب کا حلیف دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے وحدت کا چکمہ دے کر مغربی جرمنی کے چانسلر ڈاکٹر اڈینار کو ماسکو بلایا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس سفر اور ان ملاقاتوں کے نتائج کیا نکلیں گے لیکن اتنا یقین ہے کہ ڈاکٹر اڈینار نے اپنا یہ موقف نہیں چھوڑا کہ بدستور اقوام مغرب کے حلیف رہیں گے۔ روس نے جرمن قیدیوں کو بھی رہا کرنا شروع کر دیا ہے اور مشرقی (کمیونسٹ) جرمنی کو بھی ابھارنا شروع کیا ہے حالانکہ اب تک اسے نظر انداز سا ہی کیا جاتا رہا۔ اقوام مغرب بالخصوص امریکہ بھی جرمنی کے بارے میں اپنا موقف بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ ابھی دنوں سیکرٹری آف اسٹیٹ مسٹر ڈلیز نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کہا کہ اگر روس جرمنی کے متعلق مفاہمت کے لئے تیار نہیں تو امریکہ بھی تادیر اس کا انتظار نہیں کرے گا اور جن امور پر وہ آج راضی ہو رہا ہے ان پر کل راضی نہیں ہوگا۔ اقوام مغرب کو یہ خیال ہوتا جا رہا ہے کہ جوں جوں ان کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔ روس کے رویہ میں نرمی آتی جاتی ہے۔ یہ رائے سراسر غلط نہیں ہو سکتی۔ اقوام مغرب خود اعتمادی کا مظاہرہ کریں گی تو اس کا روس پر ضرور اثر ہوگا۔

روسی وزیر اعظم مارشل بلگانن یوگوسلاویہ کا سفر کرنے کے بعد اب مشرق کے دورہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نومبر میں وہ پہلے ایران جائیں گے اور بعدہ کراچی ہندوستان جائیں گے ابھی یہ طے نہیں ہوا کہ وہ کراچی میں قیام کریں گے یا نہیں ان کا دہلی کا سفر پنڈت نہرو کے سفر روس کا جواب ہے ان کا ایران جانا خالی از علت نہیں۔ شاہ ایران بھی شاید چند ماہ میں روس جائیں گے۔ یہ البتہ غنیمت ہے کہ ایران نے معاہدہ بغداد میں شرکت کر کے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ البتہ ان کا ہندوستان جانا دور رس نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ مارشل بلگانن کا بذاتِ خود دہلی جانا اس کا بین ثبوت ہے کہ روس ہندوستان پر زیادہ سے زیادہ توجہ دے رہا ہے۔ بین الاقوامی سیاست میں ہندوستان پہلے ہی کمیونسٹوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ ایسے دوروں سے اس پالیسی کو بھی تقویت ملے گی۔ اور اندرون ملک کمیونزم کو فروغ حاصل ہوگا۔

۲۹ اکتوبر کا شمارہ
بتقریب میلاد النبی کثیر تعداد میں خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے۔
اس میں اشتہار دیکر فائدہ اٹھائیے
جملہ اشتہارات ۲۴ اکتوبر تک پہنچ جانے چاہئیں

تاریخی شواہد

(۳۴)

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، ان کی غلط روش کے نتائج کو محسوس پیکروں میں ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ رات کی تاریکی چھا گئی۔ وہ لوگ اجرامِ سماوی کی پرستش کے لئے معبد میں اکٹھے ہوئے۔ اتنے میں ایک کوکبِ درخشندہ لیلائے شب کی پیشانی پر چمکا۔ لوگ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا! یہ ہے (بقول تمہارے) میرا پروردگار!! اور پھر خاموشی سے بیٹھ کر ان کے تذلل و تعبد کے مظاہروں کو دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ ستارہ اپنے وقتِ معین پر تاریکی کے پردہ میں چھپ گیا، تو اب آپ نے انھیں مخاطب کیا اور کہا کہ یہ ستارہ جو شعلۂ مستعجل کی طرح دم بھر کے لئے چمکا اور پھر ختم ہو گیا کیا یہ اس قابل ہے کہ اسے خدا مانا جائے تمہاری جہالت اسے گوارا کرے تو کرے میری بصیرت اس کھلی ہوئی ضلالت کو کیسے قبول کر سکتی ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ (۶/۷۶)

پھر (دیکھو) جب ایسا ہوا کہ اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے (آسمان پر) ایک کوکب (چمکتا ہوا) دیکھا۔ اس نے کہا۔ کیا یہ میرا پروردگار ہے؟ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا۔ نہیں! میں انہیں پسند نہیں کرتا جو ڈوب جانے والے ہیں۔

اتنے میں ظلمتِ شب کا دروازہ کھلا اور چاند اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ بار ہوا۔ قوم پھر سجدہ میں گر پڑی: آپ نے فرمایا کہ اچھا! وہ نہیں؛ بلکہ تم کہتے ہو کہ یہ میرا پروردگار ہے؟ تو اب اس کا حال بھی دیکھ لو! اور جب اس کی کشتی بھی نیل کے دریا میں اپنی منزل قطع کر کے کسی خاموش دنیا میں روپوش ہو گئی تو فرمایا کہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر میرے اللہ نے مجھے ہدایت کی راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں بھی انہی میں سے ہوتا جو ان مجبور ہستیوں کو خدا مان رہے ہیں میں انہی میں پیدا ہوا تھا۔ اسی ماحول میں میری تربیت ہوئی تھی۔ تو یہ فقط اللہ کی ہدایت ہے کہ مجھ پر ان کی اس غلط روش کی حقیقتیں یوں بے نقاب ہو رہی ہیں۔

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ (۶/۷۷)

پھر جب ایسا ہوا کہ چاند چمکتا ہوا نکل آیا، تو ابراہیم نے کہا۔ اچھا! یہ میرا پروردگار ہے؟ جب وہ ڈوب گیا تو کہا۔ اگر میرے پروردگار نے مجھے حقیقت کی راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں ضرور اسی گروہ میں سے ہوتا جو راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہے!

اب اس کے بعد صبح نمودار ہوئی اور مہرِ عالمتاب نور و حرارت کی ایک دنیا اپنے جلو میں لئے، پستیوں اور بلندیوں کی ہر شے پر چھا گیا۔ انہوں نے دن بھر اس کے عروج و زوال کا بھی تماشا دیکھا اور جب شام کو وہ بھی کہیں روپوش ہو گیا تو آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ اب اس سے بڑا خدا تو تمہارے ہاں اور کوئی نہیں؛ یہی تھا سب سے بڑا اس کا بھی حشر دیکھ لو! بھلا کہو کہ میں تمہاری اس مشرکانہ روش میں کس طرح شریک ہو جاؤں؟ میں اس سے کنارہ کش ہوں۔

فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ (۶/۷۸)

پھر جب صبح ہوئی اور سورج چمکتا ہوا طلوع ہوا تو ابراہیم نے کہا کیا یہ میرا پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے؟ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس نے کہا۔ اے میری قوم! تم جو کچھ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اس سے میں بیزار ہوں۔

قوم نے کہا کہ اگر آپ ان خداؤں سے بیزار ہیں اور ان کی پرستش سے کنارہ کش ہوتے ہیں تو وہ کونسا خدا ہے جس کی طرف آپ رجوع کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ارض و سمٰوٰت کی ان تمام فنا پذیر ہستیوں سے مُنہ موڑ کر اس خدائے حیّ و قیوم کی طرف رُخ کرتا ہوں جس نے ارض و سمٰوٰت کو پیدا کیا۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (۶/۷۹)

میں نے تو ہر طرف سے مُنہ موڑ کر صرف اُسی ہستی کی طرف اپنا رُخ کر لیا ہے جو کسی کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ) آسمان و زمین کی بنانے والی ہے (اور جس کے حکم و قانون پر تمام آسمانی اور زمینی مخلوقات چل رہی ہیں) اور میں ان میں سے نہیں جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں!

اس پر انہوں نے، جیسا کہ ظاہر ہے، دھمکی دی ہوگی کہ ہمارے معبودوں کی شان میں تم گستاخی کر رہے ہو! ان کے غصے سے ڈرو! یہ تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ ایک خدا پرست پر بھلا ان دھمکیوں اور توہم پرستیوں کا کیا اثر! آپ نے فرمایا:-

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ۝ (۶/۸۱-۸۲)

اور (دیکھو) میں ان ہستیوں سے کیونکر ڈر سکتا ہوں جنہیں تم نے خدا کا شریک ٹھہرا لیا ہے، جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراؤ جن کے لئے اُس نے کوئی سند اور دلیل تم پر نہیں اتاری بتلاؤ! ہم دونوں فریقوں میں سے کس کی راہ امن کی راہ ہوئی اگر علم و بصیرت رکھتے ہو؟ جن لوگوں نے خدا کو مانا اور اپنے ماننے کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا، تو انہی کے لئے امن ہے اور وہی ٹھیک راستے پر ہیں۔

ذرا ان حقائق پر ایک مرتبہ پھر غور کیجئے۔ علم و بصیرت کے کتنے عظیم الشان اسرار و غوامض ہیں جو ایک سادہ سی بات کے اندر مضمر ہیں۔ فرمایا کہ ایک تم ہو کہ تمہارے پاس اپنے مسلک کے جواز میں کوئی دلیل نہیں اور ایک وہ ہیں جن کے پاس علم و ایقان کی محکم قوتیں ہیں۔ سو چو کہ ان دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق ہے جو امن و سلامتی کی راہ پر ہے۔ علم و بصیرت کی روشنی میں چلنے والا۔ یا جہالت و توہم پرستی کی تاریکی میں اندھوں کی طرح ٹکریں مارنے والا؟ کتنی بلیغ حقیقت ہے جو چند الفاظ میں سمو دی گئی ہے۔

یہ تھی وہ دلیلِ محکم جو حضرت ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلہ میں خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ (۶/۸۳)

اور (دیکھو) یہ ہماری حجت ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر دی تھی۔ ہم جس کے درجے بلند کرنا چاہتے ہیں (اُسے علم و دلیل پر مبنی بصیرت دے کر) بلند کر دیتے ہیں اور یقیناً تمہارا پروردگار حکمت والا۔ علم رکھنے والا ہے۔

یوں خدائے حکیم و علیم، علم و حکمت کی نعمتیں عطا کر کے ظلمت و جہالت کی پستیوں میں گرے ہوئے لوگوں کے مقابلے میں اپنے بندوں کے مدارج بلند کرتا ہے۔

ابلیس و آدم
از پرویز
قیمت آٹھ روپے۔

اسلام کی سرگزشت

(گزشتہ سے پیوستہ)

یوم جزا میں ہر ایک کے سامنے اس کے اعمال کے نتائج آجائیں گے۔ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۔ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۔ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۔ اس دن لوگ پراگندہ اور منتشر ہو کر آئیں گے تاکہ اپنے (نتائج) اعمال کو دیکھ سکیں چنانچہ جس نے ایک ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کا نتیجہ دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اس کے نتیجہ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس جزاء و سزاء کے لئے دو مقام بنا دیئے گئے ہیں جس جزاء کے لئے جو مقام بنایا گیا ہے اسے جنت کہتے ہیں اور سزاء کے لئے جو مقام بنایا گیا ہے اسے جہنم (النار) کہتے ہیں۔ جنت میں ثواب دو قسم کے ہوں گے۔ ایک تو جسمانی لذائذ کی قسم کے ہوں گے۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۔ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ اے پیغمبر! ان لوگوں کو جو دعوت ربانی کے پیرو ہیں اور صلاحیت بخش کام کرتے ہیں۔ خوشخبری دیدو کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے پائیں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی (اور وہ اس لئے سدا بہار ہوں گے) جب انہیں ان باغات میں سے کوئی پھل دیا جائے گا۔ تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہے جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیا جا چکا ہے (بات یہ ہے کہ) انہیں ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے۔ ان باغات میں ان کے ساتھ ان کی پاکباز بیویاں بھی ہوں گی اور وہ ان میں عرصہ دراز تک رہیں گے۔ ثواب کی دوسری نوع غیر مادی ہوگی جسے رضاء الٰہی یا قرب کہہ سکتے ہیں۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اے نفس مطمئنہ تو اپنے پروردگار کی طرف راضی اور پسندیدہ حالت میں لوٹ۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے رضامندی بڑا انعام ہوگی۔ ایسے ہی تمام سزا میں بھی ایک مادی عذاب ہوگا جو جھلسا دینے والی آگ ہوگی اور دوسرا غیر مادی ہوگا جو خدا کی ناراضی اور غضب پر مشتمل ہوگا۔

اس عالم مادی سے ماوراء ایک عالم روحانی ہے اس میں دو طرح کی ارواح پائی جاتی ہیں۔ ایک اچھی قسم کی ارواح ہیں جو خدا کے تمام اوامر و احکام کی اطاعت کرتی ہیں اور لوگوں کو صلاحیت بخش کاموں کی طرف کھینچتی ہیں ان کو اصطلاح شرع میں ملائکہ کہا جاتا ہے۔ اور دوسری نوع شریر ارواح کی ہے جو شر کی طرف لوگوں کو کھینچتی ہے اور ان کو شیاطین کہا جاتا ہے۔

اعمال

اسلام نے کچھ اعمال مقرر کئے ہیں جن کو ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یہ اعمال بھی عقائد کی طرح بنیادی ہیں۔ ان اعمال میں سے ایک صلوٰۃ ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے بندہ کے اخلاص کے مظاہر میں سے ایک منظر بن جائے۔ اس کو دینی تعبیر میں یوں ادا کر سکتے ہیں کہ انسانوں میں جو فطرتاً خدا کے لئے اعتراف عظمت و جلال کا جذبہ موجود ہے اس کو ظاہر کرنے کا ایک ذریعہ بن جائے۔ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ اور نظام صلوٰۃ کو قائم کرو۔ یقیناً نظام صلوٰۃ فحشاء اور منکر سے روکتا ہے اور خدا کے قانون کو سامنے رکھنا بڑی بات ہے ان اعمال میں سے دوسرا بنیادی عمل زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسے کہتے ہیں کہ فقراء اور صالح عام آدمیوں کے لئے مالدار لوگوں کے مال سے کچھ حصہ لے لیا جائے۔ قرآن کریم نے ان دونوں فرائض کو دیگر فرائض کی بہ نسبت زیادہ تاکید سے بیان کیا ہے اور اکثر موقعوں پر ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان دونوں اعمال کے بعد رمضان کے روزے۔ اور جو سفر حج کی ہمت و قدرت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج کرنا بھی بنیادی اعمال میں سے ہے۔

اخلاق

قرآن میں اخلاق بھی دو قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تو اس قسم کے اخلاق ہیں جن میں آداب لیاقت کی تعلیم دی گئی ہے۔ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا جب تمہیں کوئی سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا اس کو علیٰ حالہ لوٹا دو۔ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے مکانوں میں اس وقت تک داخل ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ دوسری قسم کے اخلاق وہ بلند مرتبہ ملکات ہیں جن کی طرف یہ اخلاق داعی ہوتے ہیں۔ مثلاً عہد کو وفا کرنا۔ مصائب میں صبر کرنا محبوب و مبغوض ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرنا۔ انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا۔ غلو کے بغیر پاک دامنی کی زندگی بسر کرنا۔ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ اور جب کسی سے کوئی عہد کریں تو اس عہد کو پورا کرنے والے اور مشقت اور تنگدستی میں اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ خدا عدل اور احسان کا اور قرابت داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور فحش باتوں، معاشرہ میں ناپسندیدہ باتوں اور ظلم و تعدی سے منع کرتا ہے۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ اے پیغمبر! جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ مال ہو وہ لے لو اور معروف باتوں کا حکم دو۔ اور جاہل لوگوں سے روگرداں رہو۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ خدا کی پیدا کی ہوئی زینت کی چیزوں کو جو خدا نے اپنے بندوں ہی کے لئے بنائی ہیں اور رزق میں سے پاکیزہ چیزوں کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ میرے پروردگار نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے وہ فواحش ظاہری ہوں یا باطنی۔

اسلامی معاشرت
قیمت دو روپے

نفسیاتی کتابیں

شعور و لاشعور	سلامہ توسئے	۳-۴-۰
بچوں کی دیکھ بھال	مسلم۔ ایم اے	۴-۰-۰
نوجوانوں کی نفسیات	ڈاکٹر عسکر	۳-۱۲-۰
قوت ارادی	پروفیسر ظہوری	۳-۰-۰
کامیاب جنسی زندگی	پروفیسر شکیب	۲-۱۲-۰
آپ بھی خوش رہیئے	برٹرینڈ رسل	۵-۰-۰
سوچئے اور دولت کمائیے	نپولین ہل	۵-۸-۰

اسلامی ناول

فاتح خیبر	رئیس احمد جعفری	۵-۱۲-۰
ایوبی (غازی صلاح الدین)		۵-۱۲-۰
مرگ سیزیر	خالد پرویز	۵-۱۲-۰
مارق	رئیس احمد جعفری	۶-۰-۰
عبدالرحمٰن الناصر	ظہور ندوی	۵-۸-۰
فاتح فرانس	سعید شاہین	۳-۸-۰

نفیس اکیڈمی۔ پیلس اسٹریٹ۔ کراچی

مجلسِ اقبال

مثنوی اسرارِ خودی

تیسرا باب (مسلسل)

ساری دنیا کا قبلۂ مقصود کعبہ ہے لیکن خود کعبہ کا قبلہ کاشانۂ نبوی ہے۔

کمتر از آنے زاوقاتش ابد

کاسبِ افزائش از ذاتش ابد

جسے دنیا ابد کہتی ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے اوقات میں سے ایک لمحہ سے بھی کم ہے۔ ابد درحقیقت حضورؐ کی ذات سے اپنی مدت میں اضافہ کرتی ہے۔

ان اشعار میں لطائف، حقائق پر غالب آگئے ہیں۔ اس کے بعد کہتے ہیں۔

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش

تاجِ کسریٰ زیرِ پائے امتش

اس ذاتِ عالی مقام کے استغنا کا یہ عالم ہے کہ ایران کے شہنشاہ کا تاج اس کی امت کے پاؤں کے نیچے تھا لیکن آپ صرف ایک بوریا پر استراحت فرماتے تھے۔

در شبستانِ حرا خلوت گزید

قوم و آئین و حکومت آفرید

حضورؐ غارِ حرا کی تنہائیوں میں جا کر خلوت پذیر ہوئے اور وہاں سے ایک باشرف قوم، ان کی قابلِ رشک حکومت اور دنیا کے لئے ایک زندہ اور پائندہ آئین لے کر باہر تشریف لائے۔ یہ سب کچھ حرا کی خلوتوں میں پیدا ہو گیا۔

ماندِ شبہا چشمِ او محرومِ نوم

تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

وہ ملت کے غم میں راتوں کو جاگتے اور دعائیں مانگتے رہے تاکہ یہ ملت شریفہ شاہنشاہِ ایران کے تخت پر جاگزیں ہو گئی

وقتِ ہیجا تیغِ او آہن گداز

دیدۂ او اشکبار اندر نماز

ایک طرف جلالتِ نبوی کا یہ عالم تھا کہ میدانِ جنگ میں آپ کی تلوار لوہے کو پانی پانی کر دیتی تھی اور دوسری طرف جمالِ رسالت کی یہ کیفیت تھی کہ خدا کے حضور آپ کا آبگینۂ قلب موتی بن کر آنکھوں کے راستے بہہ نکلتا تھا۔

در دعائے نصرت آمین تیغِ او

قاطعِ نسلِ سلاطیں تیغِ او

پہلے مصرع میں اقبال نے ایک بہت بڑی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حضور بھی نصرت و تائید خداوندی کی دعائیں مانگا کرتے تھے لیکن ہماری طرح نہیں کہ دعا مانگ لی اور اس کے بعد خاموشی سے بیٹھ گئے کہ باقی سب کچھ خود خدا کر دے گا۔ آپ دعا مانگتے تھے اور آپ کی تلوار اس دعا کو پورا کر کے دکھاتی تھی۔ یعنی اس دعا کی آمین حضورؐ کی شمشیرِ خارا شگاف ہوتی تھی۔

ایک طرف قوت اور شجاعت کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف دنیا کو اس قسم کی نئی نئی اقدار عطا کیں جن کی رو سے ملوکیت جیسی لعنت دنیا سے مٹ گئی۔

در جہاں آئینِ نو آغاز کرد

مسندِ اقوامِ پیشیں در نورد

آپ نے تمام اقوامِ سابقہ کے آئین و قوانین کی بساط الٹ کر رکھ دی اور ان کی جگہ وحی خداوندی کا وہ نظام عملاً متشکل کر کے دکھا دیا جس کی نظیر اس سے پہلے آسمان کی آنکھ نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

سابقہ شعر میں حضرت علامہ نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے دنیا میں ایک نئے انداز کے آئین کی ابتدا کی اور اقوامِ عالم کے پرانے قوانین و دساتیر کی بساط الٹ کر رکھ دی۔ اس نئے آئین کی خصوصیت انہوں نے ایک مصرع میں سمٹا کر بیان کر دی ہے کہ

از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد

ہم چو او بطنِ امِ گیتی نزاد

اس نظام کی خصوصیتِ کبریٰ یہ ہے کہ اس سے دنیا کے ہر مسئلہ کا قفل دین کی چابی سے کھلتا ہے۔ اس سے پہلے دین اور دنیا دو الگ الگ گوشوں کا نام تھا جن میں نہ صرف یہ کہ باہمی توافق و تطابق ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک دوسرے کے حریف تھے۔ دنیا دار کو دین داری سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ اور دین دار کو ترکِ دنیا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اس آئینِ نو میں، جو محمد رسول اللہ صلعم کی وساطت سے دنیا کو ملا، دنیا کے مسائل کی کشاد دین کے حقائق سے ہونے لگی اور اس طرح یہ دونوں نہ صرف باہمد گر متوافق ہو گئے بلکہ اس طرح لازم و ملزوم قرار پا گئے کہ ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل ناممکن ہو گئی۔ یہ ہے وہ بنیادی خصوصیت جس کی بنا پر اسلام کا نظام تمام دیگر نظامہائے عالم سے ممتاز اور اپنی ذات میں بے مثل و نظیر ہے۔ اسی بنا پر اقبال نے حضورؐ کے متعلق یہ کہا کہ بطنِ کائنات سے اس قسم کا فرزندِ جلیل اور کوئی پیدا نہیں ہوا۔ وہ فرزندِ جلیل کہ

در نگاہِ او یکے بالا و پست

با غلامِ خویش بر یک خواں نشست

اس کی نگاہوں میں چھوٹا اور بڑا سب برابر تھے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اپنے غلام کو اپنے ساتھ اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتا تھا اس طرح اس ذاتِ رسالتمآب نے اپنی عملی تعلیم سے دنیا کو دکھا دیا کہ مساواتِ انسانی کسے کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علامہ نے تین شعروں میں یہ بتایا ہے کہ دشمنوں کے ساتھ حضور کا سلوک کیسا تھا اور آپ کی نگاہ میں عورت کا درجہ کتنا بلند تھا۔ کہتے ہیں کہ

در مصافے پیشِ آں گردوں سریر

دخترِ سردارِ طے آمد اسیر

پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود

گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

دخترک را چوں نبی بے پردہ دید

چادرِ خود پیشِ روئے او کشید

کسی جنگ کا ذکر ہے کہ قبیلۂ طے کے کچھ دشمن قید ہو کر حضورؐ کے سامنے آئے۔ ان میں اُس قبیلے کے سردار کی لڑکی بھی تھی۔ عام قیدیوں کی طرح پاؤں میں زنجیر، برہنہ سر لیکن شرم و حیا سے گردن نیچے جھکائے ہوئے۔ جب حضورؐ نے دیکھا کہ ایک لڑکی ہے اور اس کے سر پر چادر نہیں تو آپؐ اٹھے اور خود اپنی ردائے مبارک اس کے سر پر ڈال دی۔ دشمن ہی کی قوم سے سہی لیکن ایک لڑکی کا اس طرح بے پردہ ہونا احترامِ انسانیت کے خلاف تھا اس لئے حضورؐ کی غیرت نے اسے گوارہ نہ کیا۔

واقعہ تو ان تین اشعار میں بیان کر دیا لیکن اقبال کا انداز یہ ہے کہ وہ ایسے مواقع سے فائدہ اٹھائے بغیر آگے نہیں بڑھتا۔ چنانچہ گریز کے انداز میں کہا کہ

ما ازاں خاتونِ طے عریاں تریم

پیشِ اقوامِ جہاں بے چادریم

روزِ محشر اعتبارِ ماست او

در جہاں ہم پردہ دارِ ماست او

اے رحمتِ دو عالمؐ! ہماری حالت کی طرف بھی توجہ فرمایئے۔ ہم قبیلۂ طے کی اس خاتون سے بھی زیادہ برہنہ سر ہو چکے ہیں اور اقوامِ عالم کی صفوں کے سامنے بے چادر کھڑے ہیں۔ آپ نے جب اس دشمن کی لڑکی کو بھی بے پردہ دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا تو خود اپنی امت کو اس طرح اقوامِ عالم میں سربرہنہ دیکھنا کس طرح گوارا فرما سکتے ہیں؟ ہمیں بھی ردائے کرم عطا فرمایئے تاکہ دنیا کی قوموں کے سامنے ہماری بے عزتی نہ ہو۔

عورت کا قرآن

(۳۰)

خود آنحضرت صلعم کی زندگی سے بھی اس عنوان پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ آپ سلے جوشنعہ سے پہلے جبکہ آپ پچیس برس کے تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ اس وقت اُن کی عمر ۴۰ برس کی تھی۔ موصوفہ نبوت کے بعد دس سال تک زندہ رہیں۔ اس طور پر اس ۲۵ برس کی مدت میں آپ نے دوسرا نکاح نہ کیا اگرچہ آپ کر سکتے تھے۔ یہ دلی تعلق اور انصاف پسندی کا پہلا ثبوت ہے۔ کہ اگر "بیوی" سے اس کی خدمتوں اور قربانیوں کے سبب دلی تعلق پیدا ہو جائے تو اجازت اور موقع ہونے ہوئے بھی "مرد" دوسری بیوی کر ہی نہیں سکتا۔ بھلا کا ہے کو کریگا جبکہ ایک انسان کو اپنے لئے شفیق ہوئے وہ دیکھ رہا ہے؟ رسول اللہ کو حضرت خدیجہ سے کتنی شدید اور کیسی گہری محبت تھی؟ اور کیوں تھی؟ اس کو ایک واقعہ سے سمجھ لیجئے۔ جناب نیاز فتحپوری "صحابیات" میں "استیعاب، جلد دوم صفحہ ۱۴۷" کے حوالہ سے لکھتے ہیں

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جتنا رشک مجھے "خدیجہ" پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا ایک دن رسول اللہ صلعم نے ان کا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا "وہ بڑھیا تھیں، اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی دی ہے" یہ سن کر آپ غصہ ہو گئے اور قریباً غضب سے آپ کے موئے مبارک کھڑے ہو گئے اور فرمایا "نہیں، مجدا مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائی جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے میری مال سے مدد کی جب دوسروں نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد دی۔" حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے جی میں کہا کہ آئندہ میں ان کا ذکر کبھی نہ کروں گی۔

چنانچہ آپ کا حال یہ تھا کہ خدیجہ کی وفات کے بعد جب تک آپ خدیجہ کا ذکر کر کے ان کی تعریف اچھی طرح نہ کر لیتے تھے گھر سے باہر تشریف نہ لیجاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی ہمدرد اور دل سوز بیوی جو شوہر کی رضا مندی، اس کی اطاعت اور راحت رسانی میں کوشاں رہنے کے علاوہ اپنی عقلمندی سے تمام صدمات کو دور کر دیتی ہو وہ شوہر کو کہاں تک محبوب نہ ہو گی؟ (صفحہ ۲۰)

اس طور پر بقول قرآن ایک بیوی کرنے کی صورت میں انصاف سے قریب رہنے کی شق پر رسول اللہ صاحب نے عملی نمونہ پیش کر کے یہ دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کیا اور کس طرح چاہتا ہے۔ دوسری شق، یعنی چند بیویوں سے "دلی" نہیں بلکہ "معاملاتی" عدل قائم رکھنے کی مثال بھی آپ نے خود ہی پیش کی جبکہ ایک زمانہ میں بیک وقت چند بیویاں تھیں اور رسول اللہ کے طرز عمل سے کسی بیوی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ مگر رسول اللہ کا سا "عدل" آج کون کر سکتا ہے؟ لہذا قرآن مجید کے قول کے مطابق قرین انصاف اور قریب عدل یہی ہے کہ "مرد" ایک سے زیادہ بیوی ہرگز نہ کرے۔ اور اس بیوی کا بھی یہ قطعی فرض ہے کہ وہ اپنی محبت و الفت، خدمت و اطاعت اور موقع و مزاج شناسی سے "مرد" کا دل اس طرح "موہ" لے کہ "مرد" کو وہ قلبی سکون ملے اور اس کے دل و دماغ میں دوسری عورت کا خیال بھی نہ آسکے۔ مگر پھر یاد کر لیجئے کہ ایسا "صبر" سے ہو سکتا ہے "جبر" سے نہیں۔ "شفقت" سے ہو سکتا ہے "تحکم" سے نہیں۔ "اطاعت شعاری" اور "خدمت گزاری" سے ہو سکتا ہے۔ "سرکشی" اور "بے پروائی" سے نہیں۔

(۹) رانڈ کا نکاح

مسلمان ہندوستان میں ہزاروں برس سے ہیں اس لئے ہندو معاشرت کی معاشرت نے اُن کے اندر بڑا دخل پالیا ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید مسلمانوں کے سامنے نہیں رہا اس لئے "دین" کے بجائے یہاں کے مسلمانوں نے "مذہب" اختیار کر لیا جس کا تعلق "دین" کی طرح نظام زندگی اور بندوبست حیات سے نہیں بلکہ محض چند رسومات کی ظاہری ادائیگی سے ہوتا ہے۔ لہذا ہندوؤں کی طرح، مسلمانوں کے یہاں بھی "عقد بیوگان" بڑی ذلت و رسوائی کی چیز سمجھی جانے لگی اور اس کا بڑا برا اثر "معاشرت" پر بھی اور "معاشیات" پر بھی۔ مگر نہ مسلمان "قرآن مجید" کی طرف لوٹتے ہیں اور نہ تباہی کی طرف ان کی نگاہ جاتی ہے۔ آج مسلمانوں کے کتنے گھر ہیں جہاں جوان بیوائیں موجود ہیں مگر خیالی ذلت کے احساس کے سبب ان کی بھی زندگی برباد کی جا رہی ہے اور مرد اپنی بھی حالت خراب کر رہے ہیں۔ اقتصادی حالت مسلمانوں کی عام طور سے خراب ہے وہ اپنی ضروریات ہی پوری نہیں کر سکتے چہ جائیکہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور ان بیواؤں کے بار نے ان کی پسلیاں تک توڑ دی ہیں۔ قرآن مجید (قومہ ۲۳) میں "ایامٰی" (رانڈوں) کے لئے "انکحوا" (نکاح کرو) امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی تاکید ہے اور یہ ہونا بھی چاہیئے تھا تاکہ ان عورتوں کی ضروریات زندگی کے دوسرے متکفل ہونے لگیں اور عورت کے گھر والوں پر سے بھی کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے۔ مگر مسلمان ایسا کرنے کو تو ذلت سمجھتے ہیں لیکن ایسا نہ کرنے کے سبب انہیں جو ذلتیں نصیب ہوتی ہیں ان کو برداشت اور گوارا کرنے پر آمادہ ہیں حالانکہ رسول اللہ سے زیادہ کسی مسلمان کا خاندان معزز نہیں۔ رسول اللہ کے گھر سے زیادہ شرافت کسی مسلمان کے گھر میں نہیں۔ وہاں تو حال یہ ہے کہ رسولؐ کی بیویاں اور بیٹیاں "بیوہ" ہوتے ہوئے بھی معزز گھرانوں میں داخل ہوں۔ مگر مسلمان کسی بیوہ کا بیاہ کرنا یا کسی رانڈ کو بیاہ لانا عیب اور ہتک سمجھیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا رسول کی بیویوں سے زیادہ معزز کوئی عورت ہو سکتی ہے جبکہ خود قرآن مجید کہتا ہے کہ:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (احزاب ۴)

"اے نبی کی بیویو، تم عام معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب ۱)

"مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ یہ نبی تعلق رکھتے ہیں اور یہی نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔"

پھر کیا رسول کی بیویوں سے زیادہ کوئی مسلمان عورت محترم اور معزز ہو سکتی ہے کیا عزت وہ احترام اور شرافت و نجابت میں بیٹیاں ماؤں سے بڑھ جائیں گی؟ بجز ایک کے رسول اللہ کی تمام بیویاں "بیوائیں" تھیں۔ اُمہات المومنین حضرت سودہؓ۔ حضرت حفصہؓ۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ۔ حضرت اُم سلمہؓ۔ حضرت زینبؓ بنت جحش۔ حضرت جویریہؓ۔ حضرت اُم حبیبہؓ۔ کا دوسرا نکاح رسول اللہ سے ہوا تھا۔ حضرت صفیہؓ اور حضرت میمونہؓ کا تیسرا نکاح نبی کریم صلعم سے ہوا تھا۔ اور پیغمبر خدا کی سب سے پہلی اور عزیز ترین بیوی حضرت خدیجہؓ کا چوتھا نکاح آپ سے ہوا تھا۔ لہذا یہ بات کسی طرح بھی شایان شرافت نہیں ہے کہ بیوہ کا نکاح محض اس لئے نہ کیا جائے کہ اس سے ذلت متصور ہے۔ نعوذ باللہ! ایسا سمجھنا اور اس حکم پر عمل نہ کرنا تو صریح خدا کے حکم کی خلاف ورزی، رسول اللہ صلعم کی تحقیر اور اسلام سے بغاوت ہے۔

(۱۰) نابالغ عورت کا نکاح

جب ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور ہندوؤں کے یہاں کمسنی کی شادی ہونے پر پابندی عاید کرنے کے لئے "ساردا بل" پیش ہوا تھا تو ہندوؤں سے زیادہ مسلمان علماء نے ہنگامہ برپا کیا تھا اور ایک عذر ان کا یہ تھا کہ اسلام نے نابالغ عورت کی شادی جائز قرار دی ہے اور اس کو روکنا "مداخلت فی الدین" ہے جس کو ہم لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ سورہ نساء کے پہلے ہی رکوع میں جہاں پر نکاح کا حکم دیا گیا ہے، صاف صاف کہا گیا ہے کہ:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

"ایسی عورتوں سے نکاح کرو، جو کہ تمہیں پسند ہوں۔"

وہ کتاب جسے اقبالؔ لکھنا چاہتے تھے

علامہ اقبال کی وفات کے ساتھ ہی یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک ایسی کتاب کی تصنیف کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس میں بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے قوانین کس طرح دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کئے جاسکتے ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ بھی کہا گیا کہ انھوں نے اس کتاب کا بیشتر حصہ لکھ لیا تھا۔ لیکن دیگر حضرات نے اس کی تردید کی اور کہا کہ انھوں نے اس کتاب کے صرف عنوانات اور ابواب قائم کئے تھے۔ اور ان کے ساتھ کچھ تشریحی نکات لکھے تھے۔

کچھ دن اُدھر اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ پنجاب اسمبلی کے رکن، محترم محمد شفیع صاحب نے علامہ اقبال کے اپنے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کچھ نوٹس، اقبال اکیڈمی کراچی کو دیئے ہیں۔ یہ نوٹس اس کتاب کے متعلق ہیں۔ جس کے متعلق اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ ہمیں ان نوٹس کی نقل محترم ممتاز حسن صاحب اسکریٹری وزارت مالیات حکومت پاکستان کی حسن وساطت سے ملی ہے۔ ان نوٹس کے شروع میں محترم محمد شفیع صاحب نے چند سطور بطور تعارف لکھے ہیں۔ ہم پہلے اس تعارفی تمہید کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد علامہ اقبال کے ان نوٹس کا ترجمہ جس کا ذکر اس تمہید میں کیا گیا ہے۔

محترم محمد شفیع صاحب کی تعارفی تمہید

سنہ ۱۹۳۶ء میں جب مجھے حضرت علامہ اقبال کے "کاتب" کی حیثیت سے کام کرنے کی سعادت حاصل تھی، انھوں نے مجھے چند کاغذات مرحمت فرمائے۔ جس میں خود ان کے قلم سے کچھ نوٹس لکھے ہوئے تھے۔ یہ نوٹس اس کتاب سے متعلق تھے جس کی تصنیف ان دنوں ان کے پیش نظر تھی اس کتاب کا نام تھا (INTRODUCTION TO THE STUDY OF ISLAM) اور اس میں اسلامی فقہ کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا مقصود تھا۔ چونکہ ان کی بینائی دن بدن کمزور ہو رہی تھی۔ اس لئے ان کا ارادہ یہ تھا کہ اپنی زیر نظر کتاب کو مجھے املا کرا دیں۔ یہ کتاب اسلامی سیاست اور فقہ کے متعلق ایک عدیم النظیر کوشش کا مظہر بننے والی تھی۔ لیکن افسوس کہ ان کی صحت اس تیزی سے خراب ہوتی گئی کہ وہ اپنے اس ارادہ کو عملی شکل نہ دے سکے حتیٰ کہ ۲۱ر اپریل سنہ ۱۹۳۸ء کو ان کی شمعِ حیات بجھ گئی (واضح رہے کہ حضرت علامہ کی خدمت میں اس کتاب کی تصنیف کی تجویز والیٔ بھوپال نے پیش کی تھی)

اس وقت سے یہ نوٹس میرے پاس تھے۔ اور میں نے ملّی امانت کے طور پر ان کی حفاظت کی۔ ایک دفعہ میں نے قائد اعظم مرحوم سے بھی عرض کیا تھا کہ میرے پاس اس قسم کے نوٹس ہیں تو انھوں نے ۲۲ر مارچ سنہ ۱۹۴۳ء کو مجھے جواب میں لکھا کہ . . . .

"فقہ اسلامیہ کی تشکیل جدید کے متعلق اقبال جو کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ میں اس کے متعلق ان کے نوٹس دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے بعد میں اس پر غور کرسکوں کہ کونسی قابل شخصیت ایسی ہے جو اس کام کی تکمیل کرسکیگی چونکہ موضوع کا تعلق فقہ اسلامی سے ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے کسی قانون داں کی ضرورت ہوگی"۔

چونکہ حضرت علامہ کے یہ نوٹس پنسل سے لکھے ہوئے تھے۔ اس لئے مرورِ زمانہ سے ان کے نقوش مدھم پڑتے چلے جا رہے تھے۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں جب میں سنٹرل جیل ملتان میں نظر بند تھا تو میں نے ان کے نوٹس کو اپنے قلم سے الگ لکھ لیا۔ اب میں یہ نوٹس بغیر کسی قسم کے ردوبدل کے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ جو حضرات اس کی استعداد رکھتے ہوں وہ حکیم الامت کی منشاء کے مطابق ایک ایسی کتاب کی تصنیف کرسکیں جو ہماری حیاتِ ملّی میں ایک زندہ عنصر کی حیثیت رکھے۔

محترم شفیع صاحب کا تعارفی نوٹ ختم ہوا۔ اس کے بعد علامہ اقبال کے نوٹس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ علامہ اقبال نے اپنی پیش نظر کتاب کے محض عنوانات لکھے تھے۔ اور کہیں کہیں ایک ایک دو دو لفظوں میں یہ بھی لکھ لیا تھا کہ فلاں عنوان کے تحت کیا کچھ لکھا جائے گا۔ اس سے زیادہ ان نوٹس میں انھوں نے کچھ نہیں لکھا۔ ان نوٹس کو پھیلا کر ایک مفصل مضمون بھی مرتب کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ہم ان نوٹس کو بغیر کسی قسم کی تشریح و اضافہ کے ان کی اصلی شکل میں قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ حضرت علامہ نے لکھا ہے۔ اس پر کسی دوسرے کا خیال اثر انداز نہ ہو۔ بعض مقامات پر بات مبہم بھی رہ گئی ہے۔ اس لئے کہ حضرت علامہ نے ان نوٹس کو محض اپنی یادداشت کے لئے لکھا تھا۔ دوسروں کو سمجھانے کی غرض سے نہیں لکھا تھا۔ نیز بعض مقامات پر ان کی تکرار بھی ہوگئی ہے۔ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ اس ضمن میں جو جو باتیں ان کے ذہن میں آتی رہتی تھیں۔ وہ انھیں بطور یادداشت نوٹ کرتے رہتے تھے۔ بہرحال ان نوٹس کا ترجمہ حسب ذیل ہے (اصل انگریزی زبان میں ہے) علامہ اقبال کے کسی مضمون کا ترجمہ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے' ارباب علم اس سے واقف ہیں۔ لیکن جہاں صورت یہ ہو کہ انھوں نے اپنا مافی الضمیر فقروں میں نہیں بلکہ محض متفرق الفاظ اور اشارات میں ادا کیا ہو اس کا ترجمہ جس قدر مشکل ہوگا۔ اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ میں ان کا مفہوم سامنے آجائے۔

علامہ اقبالؔ کے خود نوشت نکات

(ا) اسلام کا مطالعہ ضروری ہے

(۱) اس میں قوت اور زندگی ہے

تاریخ میں کئی مواقع ایسے آئے ہیں۔ جن میں اسلام نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس میں ایسی قوت موجود ہے کہ وہ ان غیر اسلامی عناصر سے اپنا دامن پاک کرلے جو اس میں خارج سے داخل ہوگئے ہیں۔

نئی تحریکات۔ مجھے ان پر زیادہ بھروسہ نہیں۔ لیکن یہ اس اندرونی اضطراب اور پریشانیٔ فکر و نظر کی غماز ضرور ہیں۔ جو مسلمانوں میں پیدا ہوچکی ہیں۔

(۲) اسلام۔ عصر حاضر اور سلطنت برطانیہ۔

(ب) اسلام اور سلطنت

عربی سلطنت کے اسلام پر اثرات

عربوں نے روم اور ایران کو تو تباہ کردیا۔ لیکن خود ایک اور شاہنشاہیت قائم کردی۔

سلطنت سازی کے اسباب۔

(۱) دینی حرارت جس نے نوعِ انسانی کی نشاۃ ثانیہ کے لئے دل میں تڑپ پیدا کی۔

(۲) جوع (الارضی) (HUNGER)

اسباب کچھ بھی ہوں۔ اس کا نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ سلطنت کی فتوحات ان لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لے آئیں۔ جو قدیم مسلک خانقاہیت کے حامل تھے۔ اور جنھیں سپنگلر مجوسی کہہ کر پکارتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام، زمانہ قبل از اسلام کے مذہب میں تبدیل ہوکر رہ گیا۔ اور اس میں تمام (غیر اسلامی) مذاہب و مسالک کے متنازعہ فیہ مباحث شامل ہوگئے (روح۔ نفس۔ حادث۔ قدیم۔ قرآن[1]) لہٰذا حقیقی اسلام کے آگے بڑھنے کے بہت کم مواقع رہ گئے۔

(ج) اسلام کے جدید طالب علم کی مشکلات

اسے انبار در انبار لٹریچر کے طوماروں میں سے گذرنا ہوگا۔ اور قرآن کا گہرا مطالعہ کرنا ہوگا میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اب میں نہایت دیانت داری سے کوشش کروں گا کہ جسے میں حقیقی اسلام سمجھتا ہوں۔ اسے آپ کے سامنے پیش کرسکوں۔

(د) اسلام کیا ہے؟

کیا یہ مذہب (RELIGION) ہے؟ اس لفظ (ریلیجن) کے مشتقات (اس کا تقابل) لفظ دین سے جسے قرآن نے استعمال کیا ہے یعنی قانون کی اطاعت (۱۸ / ۵)[2]

قدیم ایشیائی مذاہب کی خصوصیات۔

(۱) قدیم مذہب میں وحی کا تصور۔ ایک باطنی قسم کا طریق عمل (MYSTIC. PROCESS) اسلام نے وہ بنیاد رکھی جس سے اسے سائنٹیفک طریق سے سمجھا جاسکتا ہے۔

---

[1] غالباً مسئلہ خلق قرآن ... [illegible] (طلوع اسلام) [2] یہ حوالہ درج کرنے میں غلطی ہوگئی ہے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۸ اس موضوع سے متعلق نہیں (طلوع اسلام)

(قرآن۔ ابن خلدون۔ تصوف)

(۲) نجات

(۳) ترک دنیا کا عقیدہ (لا رہبانیۃ) غاریں۔ تہہ خانے

اسلام اور عیسائیت کا تقابل (واللہ یخرجکم من الظلمت الی النور)

(حضرت) عیسےٰ بہ حیثیت ایک ولی (SAINT) کے

(۴) غیر مرئی اشیا کا خوف (لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون)

(۵) سپنگلر کی بعض باطنی تعلیمات (جلد دوم صـ۲۴۶) نیز مارٹینین جلد اول)

(۶) کائنات اور زمان کے غیر حقیقی ہونے کا عقیدہ (ما خلقت ھذا باطلا۔ ھل اتی علی الانسان ....)

(۷) تقدیر کا عقیدہ

(۸) تھیاکریسی (مذہبی پیشواؤں کی حکومت)

اسلام ان تمام مذاہب کے خلاف صدائے احتجاج تھا۔ جو اس کے ظہور کے وقت دنیا میں موجود تھے۔

کائنات بھی حقیقی ہے زمان بھی حقیقی ہے۔

(انبیاء کا سلسلہ ختم ہوگیا) (المنتظر۔ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے)

مملکت اور کلیسا کا تعلق

مملکت کیا ہے؟ نکاح کی طرح ایک معاہدہ

(س) اسلام مذہب نہیں۔ اس سے بہت کچھ زیادہ ہے

داخلی اور خارجی امن و سلامتی (۱۰؍۸ ﷺ)

(۱) یہ انسان کو نسلی امتیازات سے بلند لے جاتا ہے (خارجی امن)

(۲) اس کا مقصد معاشی مساوات ہے (داخلی تحفظ (صیانت)

(ش) خطبہ اول کا اختتام

دو اختتامی توضیحات

(۱) اسلام کا پیغام

(۲) اسلام عیسائیت کا دشمن بلکہ رقیب بھی نہیں۔ تہذیب و تمدن کے معاملات میں یہ اس کا رفیق و معاون ہے۔

دوسرا خطبہ۔ اسلامی قانون

"ڈکنسن کی کتاب "AFTER TWO THOUSAND YEARS" دیکھئے۔

مجوسی کلچر میں وحی ایک باطنی طریق کا نام ہے۔ اسلامی تصوف میں یہ باطنی طریق سائنٹفک طریق پر سمجھا جا سکتا ہے۔

کیا یہ "اخلاقیات اور جذبات کا امتزاج" ہے؟

(ا) مذہب

کیا اس سے مطلب کسی قسم کی پرستش کے ساتھ ایک خدا یا بہت سے خداؤں پر ایمان ہے؟ بعض صورتوں میں خانقاہیت کا مسلک؟

(i) کیا یہ بحیثیت ترک دنیا اور اپنی توجہات کو دوسری دنیا پر مرکوز رکھتا ہے؟

(لا رھبانیۃ فی الاسلام)

(ii) کیا یہ غیر مرئی اشیاء سے خوف کا نام ہے؟ (لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون)

(iii) کیا یہ "ماورائے حواس" سے یگانگت ہے؟

ایک حد تک اس کا جواب اثبات میں ہے۔ لیکن اس "ماورائے حواس" کی طرف اقدام سائنٹفک اسپرٹ میں ہوگا (ابن خلدون ختم نبوت کا تصور)

(iv) کیا یہ کوئی باطنی تعلیم ہے جو سینہ بہ سینہ آگے چلتی ہے؟

تمام قدیم مجوسی مذاہب (سپنگلر جلد دوم صـ۲۴۶۔ اسلام II)

(قد تبین الرشد من الغیّ)

(ہ) مذہب۔ اس لفظ کا ماخذ۔ قرآن نے اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔ قرآن میں دین۔ منہاج۔ ملت کے الفاظ آئے ہیں۔

ملت اور دین کے معنی کیا ہیں؟

(۶) مارٹینین۔ جلد اول۔

(ب) اسلام تمام مذاہب کے خلاف (جن معنوں میں یہ لفظ قدیم زمانہ میں استعمال ہوتا تھا) صدائے احتجاج ہے۔

(۱) ختم نبوت اسلام اور زمان (ھل اتیٰ ....)

(۲) اسلام میں نجات کا تصور۔ کیا یہ "نجات دلانے کا مذہب" ہے؟

نجات کا لفظ قرآن میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔ نجات کسے کہتے ہیں؟

(۳) کوئی باطنی تعلیم نہیں۔

(۴) خدا پر ایمان (غیب) نوع انسانی سے نسلی تفریق کا مٹانا۔ معاشی مساوات (قل العفو)

(ج) کلیسا اور مملکت

کیا اسلام میں امت ایک فقہی شخص (A JURISTIC PERSON) ہے؟

کیا اسلامی مملکت ایک فقہی شخص ہے؟

مملکت اور کلیسا کا تعلق۔

مملکت کیا ہے؟ نکاح کی طرح ایک معاہدہ۔

امیر (مملکت) شیخ الاسلام ہے وغیرہ وغیرہ

وراثتی ملوکیت۔ مسلمانوں میں پیشوائیت کی تاریخ

کربلا؟ اس کا اثر؟

(د) اسلام اور عورت

(س) اسلام اور سرمایہ داری

II مجوسی کلچر کی رو سے وحی ایک باطنی طریق ہے۔ جس میں کوئی روح کسی انسان

صوبہ سرحد کی واحد موثر آواز

روزنامہ

شہباز

پشاور

اگر آپ صوبہ سرحد اور قبائل کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں اور سیاسی حالات کے پس منظر سے آگاہی چاہتے ہیں۔ تو شہباز کا مطالعہ کریں۔

یہی وہ روزنامہ ہے

جس کے پاس سرحد میں ٹیلی پرنٹر سروس ہے۔ اے۔پی۔پی، رائٹر ی۔پی۔اے اور اپنے نامہ نگاروں کی خصوصی خبریں شائع کرتا ہے اور باتصویر مفت روزہ ایڈیشن شائع کرتا ہے۔

کراچی میں شہباز

طاہر بک ڈپو

ٹرام جنکشن صدر روڈ کراچی سے دستیاب ہوسکتا ہے

کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ اور اس روح کی باتیں اس شخص کی زبان سے باہر آتی ہیں۔ اسلام میں وحی (آئیت کا حوالہ دیجئے) حیات کی عالمگیر متاع ہے۔ جس سے ایک فرد متمتک ہوتا ہے۔ اور اس طرح سرچشمۂ حیات (تک جا پہنچتا ہے) اس کا اظہار تین طریقوں سے ہوتا ہے۔ اب یہ سلسلہ بطور ذریعہ علم کے ختم ہو چکا ہے۔ اسلام میں مراقبہ (CONTEMPLATION) فکر اور عمل دونوں کو محیط ہوتا ہے۔ یہ اس دنیا کو حقیقی بنا کر سامنے لاتا ہے۔ جس میں نسل۔ قوم اور عقیدہ کے قدیم تصورات یکسر ختم ہو جاتے ہیں۔

یہ نور ہے (اللہ نور السمٰوٰت والارض)

یہ دنیا کو تاریکی سے نجات دلاکر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ (واللہ یخرجکم من الظلمٰت الی النور)

III لفظ نجات

نجات کیا ہے؟ کس بات سے چھٹکارا؟ انسانی ذات کی حدود سے چھٹکارا نہیں (فرادی) شعور کے تناؤ (TENSION) سے بھی چھٹکارا نہیں۔

یہ کائنات میں الیخو کی (RELIEF) کا نام ہے۔

خدا کا تصور رفیق کی حیثیت سے) (بل الرفیق الاعلٰی)

(ا) نیند (اضمحلال پیدا کرتی ہے (LIBERATES) (لا تاخذہ سنۃ ولا نوم)

(ب) شراب بھی ایسا ہی کرتی ہے اور شعور کی توانائی کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

(ج) رقص بھی یہی کچھ کرتا ہے۔

یہ زمان و مکان سے فرار کی راہیں ہیں جن سے منع کیا گیا ہے۔ ہمیں زمان و مکان پر غالب آ جانا چاہیئے (الا بسلطان) یعنی فکر کے رو سے موجودات (ACTUALITY) کو مسخر کر لینا۔ (تفکر فی خلق السمٰوٰت)

مرئی موجودات۔ یعنی زمان و مکان کا خوف ختم ہو جاتا ہے جب ہم اشیاء کو بطور اسباب و علل کے تعلق کے سمجھ لیں (لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون) خوف جنتر منتر سے نہیں جاتا، بلکہ اس طرح جاتا ہے کہ ہم اشیائے کائنات کا اس طرح علم حاصل کر لیں کہ وہ قانون فطرت کی رُو سے موجود نظر آنے لگ جائیں۔

(د) کائنات کا علم بحیثیت ایک حرکت کے

تاریخ تصوف

(iii) ایمان۔ امن۔ تحفظ۔

اسلام میں اصلاحی تحریک۔ ابن تیمیہ

عبدالوہاب

بابی اور احمدیہ (نبوت) ——— قریب قریب مجوسی

سید احمدؒ (عقلی تحریک)

تحریک جدید

المنتظر کی آمد۔

(i) کوئی واپس نہیں آئے گا۔

(ii) روایات (بخاری)

علامہ اقبال کے خود نوشت نوٹس ختم ہو گئے۔

جلید نے کے[1]) سب نظم میں ہے۔ جو کچھ زبان شعر میں کہا جاتا ہے وہ لاکھ حقائق پر مبنی ہو۔ اس کے باوجود ایسا واضح، متعین اور مستند نہیں ہو سکتا جیسے نثر میں لکھی ہوئی کتاب ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر کی کتاب (خطبات) ان کی نظم کی تمام تصانیف پر بھاری ہے۔ اور وہی کتاب ہے جس کی بنا پر یورپ کے مفکرین نے ان کا لوہا مانا ہے وہ اپنی پیش نظر کتاب کو نثر ہی میں لکھنا چاہتے تھے۔ اگر وہ اسے لکھ جاتے تو یہ اسلام کی تاریخ میں کتنا اہم کام ہوتا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ ہماری بدقسمت قوم کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس قسم کی شخصیتیں قوم کی متاع ہوتی ہیں اور ان کی حفاظت قوم کا اولین فریضہ۔ یہ قوم کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے افراد کو اتنی سہولتیں بہم پہنچائے کہ وہ ہر فکر اور پریشانی سے آزاد ہو کر اپنے پیش نظر مقصد کی تکمیل میں پورے اطمینان سے منہمک ہو سکیں۔ لیکن ہماری قوم مردہ پرست ہے اسے زندہ انسانوں کی قدر کرنا نہیں آتا۔ انہوں نے جس قدر روپیہ علامہ اقبال کے مقبرہ کی تعمیر پر صرف کیا ہے۔ اگر وہی روپیہ ان کی زندگی میں انہیں سہولتیں بہم پہنچانے میں صرف کر دیتے تو وہ اس کے معاوضہ میں انہیں کتنا کچھ دے جاتے۔

محترم شفیع صاحب نے ان نوٹس کو اس امید پر قوم کے سامنے پیش کیا ہے کہ قوم کے قابل افراد میں سے کوئی شخص حضرت علامہ کی اس آرزو کی تکمیل کر سکے۔ قوم میں ایسے افراد موجود ہیں جو ان خطوط پر اس قسم کی کتاب لکھ سکتے ہیں لیکن مشکل وہی ہے جو خود حضرت علامہ کے درپیش تھی۔ ان افراد کو پریشانیوں سے فارغ کر دینے کا کوئی سامان نہیں۔ یوں تو اقبال کے نام پر ملک میں سینکڑوں ادارے قائم ہیں۔ ان میں سے بعض کو حکومت کی طرف سے بھی گرانقدر امداد ملتی ہے۔ خود مرکزی حکومت کی زیر نگرانی اقبال اکیڈیمی قائم ہے لیکن ان کا مقصد کچھ اور ہی ہے۔ اگر یہ تمام روپیہ جو اس طرح ضائع ہو رہا ہے۔ ایک ایسے ادارے کے قیام میں صرف کیا جائے۔ جس کا مقصد اقبال کے متعین کردہ خطوط کی روشنی میں قرآنی فکر کو عام کرنا ہو تو اس سے قوم کا حال بھی درخشندہ ہو جائے اور مستقبل بھی تابناک۔

معلوم نہیں اس قوم کو کب ایسا دن دیکھنا نصیب ہوگا؟

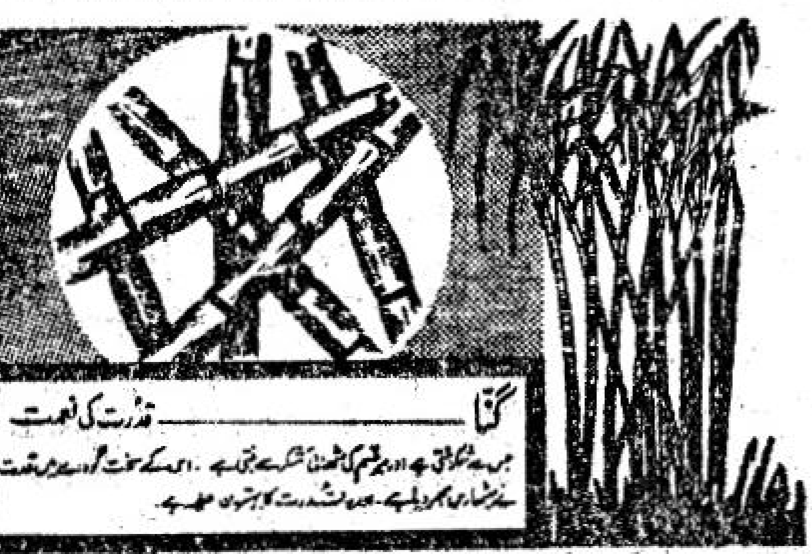

طلوع اسلام جن خطوط پر علامہ اقبال یہ کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ وہ آپ کے سامنے آ گئے۔ آپ اندازہ لگائیے کہ اگر وہ اس قسم کی کتاب تصنیف فرما جاتے۔ تو وہ ملت اسلامیہ کے لئے کتنی بیش بہا متاع ہوتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ علامہ اقبال قوم کو بہت کچھ دے گئے ہیں۔ لیکن جن حضرات کو انہیں قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل تھی۔ وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے قوم کو دیا ہے۔ وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جو ابھی ان کے سینے میں محفوظ تھا۔ اگر حالات اجازت دیتے۔ اور وہ اپنی پوری فکر قوم کے سپرد کر سکتے۔ تو اندازہ فرمایئے کہ ہمارا دامن کس قدر گرانبہا دولت سے مالا مال ہو جاتا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ اقبال نے جو کچھ دیا ہے۔ بجز ان کی ایک کتاب "خطبات تشکیل

[1] ہم نے ان کی کتاب "مابعد الطبیعیات" کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان کی طالب العلمانہ کوشش کا نتیجہ تھی۔ (طلوع اسلام)

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیاس وگمان

(محترم عبدالغفار حسن صاحب سے دو سوال)

[آجکل سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے مسلک حدیث کے متعلق علماء کی ایک جماعت کی طرف سے جو اعتراضات ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں محترم عبدالغفار حسن صاحب کا ایک مضمون عنوان بالا کے تحت روزنامہ تسنیم بابت ۹ راکتوبر ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا ہے جسے ہم (عربی عبارات کو حذف کرنے کے بعد) درج ذیل کرتے ہیں۔ (طلوع اسلام)

کچھ عرصے سے رسالہ ترجمان القرآن میں آج سے آٹھ دس سال قبل شائع شدہ تحریروں پر اعتراضات اور فتووں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ قرآن وسنت کے فہم میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ یہ اختلاف پہلے بھی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ اس کو معیوب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اصل چیز ہے اختلاف کے اظہار کا طریقہ۔ اگر اختلاف کا اظہار علمی رنگ میں ہو۔ اور تنقید کا انداز متین اور سنجیدہ ہو تو امت کے لئے یہ صورت بجائے زحمت کے رحمت کا موجب بن سکتی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ بعض حضرات نے اس اختلاف کو عناد و شقاق کی شکل دیدی ہے اور بہتان طرازی، غیر ذمہ دارانہ فتوے بازی میں اس طرح مشغول ہو رہے ہیں کہ انھیں یہ بھی خیال نہ رہا کہ آج جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں یا بول رہے ہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ کا ایک دن خدا کے ہاں جا کر حساب دینا ہے۔

مولانا مودودی نے دجال کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض تصریحات وحی کی بنا پر نہ تھیں۔ بلکہ یہ آپ کا گمان اور اندیشہ تھا، اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں ہے۔ جس کے صحیح نہ ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرف آئے۔

یہاں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس مذکورہ بالا رائے کا کوئی ماخذ سنت میں ملتا ہے۔ کیا علمائے امت میں کوئی اور بھی اس نظریہ کا قائل ہے۔ ذیل میں اسی سوال کے جواب میں چند مستند تصریحات درج کی جاتی ہیں۔

حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر نخلستان پر ہوا۔ وہاں لوگ کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں گمان کرتا کہ یہ طریقہ مفید ہوگا۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے پیوند سازی ترک کر دی۔ لیکن بعد میں جب آپ کو (اس بارے میں نقصان کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا میں نے تو بس گمان کیا تھا۔ تو تم اس گمان پر مواخذہ نہ کرو۔ (ہاں) جب میں تم کو اللہ کی طرف سے کچھ بتلاؤں تو اسے لو۔ اس لئے کہ میں اللہ پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ جب نخلستان والوں نے پیوند کاری ترک کر دی تو ردی کھجور کی پیداوار ہوئی فخرج شیصاً۔ تو آپ نے فرمایا انتم اعلم بامر دنیاکم یعنی اس قسم کے دنیا کے رفنی معاملات سے تم زیادہ باخبر ہو۔

اس روایت میں خود آپ کی طرف سے واضح انداز میں یہ اعتراف موجود ہے کہ آپ کا ہر گمان نبوت اور وحی کی بنا پر نہیں ہوتا تھا کہ اس کا درست ہونا ضروری ہو۔

(۲) دجال کے بارے میں مختلف احادیث کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں:-

علماء نے کہا ہے کہ احادیث کا ظاہری مفہوم یہ بتلاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح دجال کے بارے میں کوئی وحی نہیں کی گئی تھی۔ بس صرف دجال کے اوصاف کی آپ کو خبر دی گئی تھی۔ ابن صیاد میں کچھ قرائن ایسے موجود تھے جن کی بنا پر اس کے دجال ہونے کے بارے میں (متعین طور پر) یقین نہ تھا۔ اور اسی بنا پر آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہ اگر یہ دجال ہی ہوا تو تم اس کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے:

مذکورہ بالا تحریر سے صاف واضح ہے کہ دجال کے بارے میں آپ کے مختلف اقوال وحی کی بنا پر نہ تھے۔ بلکہ یہ صرف آپ کا اندازہ اور گمان تھا۔

(۳) امام بیہقی نے دجال کے بارے میں مختلف احادیث کے تعارض کو رفع کرتے ہوئے لکھا ہے

یعنی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کے بارے میں توقف و تردد ہو۔ پھر بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یقین حاصل ہوا ہو کہ ابن صیاد کے علاوہ دجال کوئی دوسرا ہے

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ خیال و گمان جس کی بنیاد وحی پر نہ ہو کیا اس کا صحیح ہونا ضروری ہے: اس بارے میں ہندوستان کے ایک مستند عالم کا اقتباس بھی درج کیا جا رہا ہے۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ کی اصل نوعیت کیا ہے۔ اور اسے خواہ مخواہ طول دے کر اور غلط رنگ میں پیش کر کے اقامت دین کی راہ میں روڑے اٹکانے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم و مغفور لکھتے ہیں آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مترجم محقق (مولانا محمود الحسن صاحب) قدس اللہ روحہ نے اپنے پیش رو حضرت شاہ عبدالقادر کی روش اختیار فرمائی ہے جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ کے آخر میں اشارہ کیا ہے:-

حضرت شاہ صاحب "موضح القرآن" میں لکھتے ہیں:- نبی کو ایک حکم (ایک خبر) اللہ کی طرف سے آتا ہے۔ اس میں ہرگز تفاوت نہیں ہو سکتا اور ایک اپنے دل کا خیال (اور رائے کا اجتہاد) ہے۔ وہ کبھی ٹھیک پڑتا ہے کبھی نہیں۔ جیسے حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا (اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ آپ مدینے سے مکہ تشریف لے گئے۔ اور عمرہ کیا۔ خیال میں آیا کہ شاید امسال ایسا ہوگا (چنانچہ عمرہ کی نیت سے سفر کیا) لیکن درمیان میں احرام کھولنا پڑا۔ اور اگلے سال خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ یا وعدہ ہوا کہ کافروں پر غلبہ ہوگا۔ خیال آیا کہ اب کی لڑائی میں۔ اس میں نہ ہوا بعد کو ہوا۔ پھر اللہ جتلا دیتا ہے کہ جتنا حکم یا وعدہ تھا۔ اس میں سر مو تفاوت نہیں ہے نبی کے ذاتی خیال و اجتہاد میں تفاوت ہو سکتا ہے۔ گو نبی اصل پیشینگوئی کے ساتھ ملا کر اپنے ذاتی خیال کی اشاعت نہیں کرتا۔ بلکہ دونوں کو الگ رکھتا ہے۔

زیر تفسیر آیت وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ

(قرآن مجید مترجم محشی مولانا شبیر احمد عثمانی ف ۱ ص ۴۳۸)

ان مذکورہ بالا تصریحات کے باوجود معترضین حضرات اقامت دین کی راہ میں کانٹے بچھانے سے باز نہ آئے تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا جائے۔ وہ دلوں کے حال سے پوری طرح واقف ہے۔

طلوع اسلام | صاحب مضمون نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعض ارشادات آپ کے خیال اور گمان کی بنا پر بھی ہوتے تھے۔ بنا بر وحی نہیں ہوتے تھے۔ اس ضمن میں ہم ان سے دو سوالات دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

(۱) محترم مودودی صاحب تفہیمات حصہ اول میں تحریر

فرماتے ہیں۔

قرآن کریم میں آنحضرت کی ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ اور وہ رسول اور نبی ہونے کی حیثیت ہے۔ جس وقت اللہ تعالےٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا۔ اس وقت سے کر حیات جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسول تھے۔ آپ کا ہر فعل اور ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا۔۔۔۔ حتیٰ کہ آپ کی نجی اور خاندانی اور شہری زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آگئے تھے

(صہ ۲۳۱)

اس کے بعد آیہ وما ینطق عن الھویٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

ہر وہ بات جس پر لفظ رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ آیت مذکور کی بنا پر وحی ہوگی اور ہوائے نفس سے پاک ہوگی۔ یہ تصریح قرآن میں اس لئے کی گئی ہے کہ رسول جن لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہے۔۔۔۔ وہ جان لیں کہ رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہے۔۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت جس وقت، جس حالت میں جو کچھ بھی کرتے تھے۔ رسول کی حیثیت سے کرتے تھے۔

(صہ ۲۴۲-۲۴۳)

اس سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک رسول اللہ کی ہر بات بنا بر وحی ہوتی تھی۔ لیکن آپ (محترم عبدالغفار حسن صاحب) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی بعض باتیں ایسی بھی ہوتی تھیں۔ جو وحی کی بنا پر نہیں ہوتی تھیں۔

کیا محترم حسن صاحب فرمائیں گے کہ اس باب میں مودودی صاحب کا ارشاد صحیح ہے یا ان (حسن صاحب) کا۔ اور اگر صحیح بات وہی ہے۔ جو محترم حسن صاحب نے لکھی ہے تو پھر جب یہی بات طلوع اسلام کی طرف سے کہی جاتی ہے تو جماعت اسلامی (بہ شمول محترم حسن صاحب) اسے "منکر حدیث" کس طرح قرار دیتی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ احادیث کے موجودہ مجموعوں سے اس امر کا پتہ کیسے لگے کہ حضورؐ نے فلاں بات بربنائے وحی ارشاد فرمائی تھی۔ اور فلاں بات آپ کے اپنے قیاس و گمان پر مبنی تھی؟ یہ تفریق نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو سکیگا کہ فلاں بات دین کا جزو ہے اور فلاں بات نہیں احادیث کے مجموعوں میں اس قسم کی کوئی علامت دی ہوئی نہیں ہے۔ اور رسول اللہ ہم میں خود موجود نہیں جو حضورؐ سے دریافت کر لیا جائے۔ ان حالات میں اسکے معلوم کرنیکی صورت کیا ہوگی۔ کیا اسکے لئے کسی "مزاج شناس رسول" کی نگاہ پر بھروسہ کیا جائیگا۔ یا کوئی اور معیار اختیار کرنا ہوگا؟ وہ معیار کونسا ہوگا؟

کیا محترم عبدالغفار حسن صاحب ان سوالات کا جواب دیں گے یا اس معاملہ کو بھی دیگر ان معاملات کی طرح جن کا ان حضرات کے پاس کوئی جواب نہیں) اللہ تعالےٰ کے حوالے کیا جائیگا۔

بزم طلوع اسلام

گولیمار۔ کراچی

ترجمان بزم طلوع اسلام گولیمار کراچی رقمطراز ہیں کہ اس ماہ میں پانچ اجتماع ہوئے جن کی تفاصیل درج ذیل ہیں۔

(۱) ۲ر ستمبر ۱۹۵۵ء نووارد حضرات کے مختلف سوالات کا جواب دیا گیا۔

(۲) ۹ر ستمبر ۱۹۵۵ء۔ "فقہ حنفی" کیا ہے پر مباحث ہوئے

(۳) ۱۶ر ستمبر ۱۹۵۵ء۔ حرام کی ہوئی چیزوں کی جو لمبی چوڑی فہرست ہماری فقہ میں داخل ہے اس کی وجہ۔ اور یہ بتلایا گیا کہ یہ سب غیر قرآنی تصورات پر مبنی ہیں۔

(۴) ۲۳ر ستمبر ۱۹۵۵ء۔ طبری کون تھے؟ اور ان کی لکھی ہوئی تفسیر جامع التفاسیر کہلاتی ہے۔ دراصل کیا ہے۔ یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر غیر قرآنی اور عجمی تصورات سے بھری گئی ہے۔ اور اسی تفسیر نے (جس کا سب ایڈیشن ابن کثیر کی تفسیر ہے۔ جو اردو میں بھی آجکل دستیاب ہوتی ہے) اسلام کے سرسبز و شاداب درخت کو جڑ پیڑ سے کاٹ کر پھینک دیا۔ علمائے کرام نے جو تفاسیر لکھی ہیں۔ ان کا ماخذ یہی تفسیر ہے۔ اور اسکے علاوہ مختلف عنوانات پر گفتگو رہی۔

(۵) ۳۰ر ستمبر ۱۹۵۵ء۔ "الصلوٰۃ" کا قرآنی مفہوم بیان کیا گیا اور قرآن سے سیاق عبارت کی رو سے اقم الصلوٰۃ وغیرہ کا کیا مفہوم برآمد ہوتا ہے۔ واضح کیا گیا۔

گارڈن ولیسٹ کی بزم سے بھی رابطہ قائم کیا گیا۔

بعض احباب کا خیال ہے کہ کراچی کے ہر محلہ میں جو بزمیں بنی ہیں۔ ان کا کام خاطر خواہ نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر صورت یہ بتلائی گئی کہ کراچی میں صرف ایک ہی بزم ہو جس کا اجتماع ہر ہفتہ کسی موزوں دن ہو۔ اس بزم کا ایک یا متعدد دار المطالعہ عام ہوں جہاں پر ادارہ طلوع اسلام کی مطبوعات کے علاوہ دوسرے اداروں کی بھی کتابیں، اخبارات اور رسائل رکھے جائیں اور جو صبح اور شام کھلے رہیں۔ کراچی کی تمام بزمیں جو اس خیال سے متفق یا غیر متفق ہوں وہ اپنی آراء سے ترجمان حلقہ گولیمار کو ۲۴/۲ گولیمار کوارٹرز۔ کراچی ۱۸ کے پتہ پر مطلع فرمائیں۔

جام پور

ترجمان بزم طلوع اسلام جام پور ضلع غازی خاں تحریر فرماتے ہیں کہ ۳۰ر ستمبر ۵۵ء کو چودھری غلام محی الدین صاحب کی صدارت میں ان کے مکان پر ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مجلس اقبال (اسرار خودی کا ترجمہ) اور علامہ اسلم صاحب جیراج پوری کا مضمون "مقام حدیث" پڑھ کر سنایا گیا۔

بعد ازاں چودھری صاحب نے ایک تجویز پیش کی کہ قرآنی فکر کی نشر و اشاعت کو مقصد زندگی بنانے اور سنجیدہ طبقہ میں ادارہ طلوع اسلام کی مطبوعات کو عام کرنے کی کوشش کی جائے۔

کیا آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہیں؟

مزاج شناس رسول — یہ کون بتلائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول؛ مزاج شناس کون ہیں؟ اِکی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۴۴ صفحات ——— قیمت چار روپے

مقام حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یک جا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات۔ اور قیمت فی جلد ——— چار روپے

فردوس گم گشتہ — (از پرویز) ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیمیافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے۔ اُردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۰۰ صفحات ——— قیمت چھ روپے

نوادرات — (از علامہ اسلم جیراج پوری، علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات ——— قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — (از پرویز) مسلمان کے عادات و خصائل کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں صفحات ۱۹۲ - قیمت دو روپے

نظام ربوبیت — (از پرویز) انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور دور حاضرہ کی عظیم کتاب ضخامت تین سو صفحے
قیمت (قسم اول) ——— چھ روپے
(قسم دوم) غیر مجلد ——— چار روپے

اقبال اور قرآن — (از پرویز) علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ
خوبصورت کور کے ساتھ ـ صفحات ۲۵۲ ——— قیمت دو روپے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۱۳ کراچی

حقائق و عبر

مذہب اور اخلاق

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مسیحی کلیساؤں کی نیشنل کونسل نے اپنے سالنامہ میں مذہب کی مقبولیت کے متعلق بہت سے اعداد و شمار شائع کئے ہیں۔ ان کی رو سے امریکہ میں ان افراد کی تعداد جو مختلف گرجوں اور معبدوں کے ممبر ہیں پونے دس کروڑ کے قریب ہے۔ یہ تعداد سال گزشتہ کی تعداد سے قریب ساڑھے ۲۶ لاکھ زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کی آبادی کا قریب ساٹھ فیصدی حصہ کلیساؤں کا ممبر ہے ایک سو سال پہلے وہاں کی آبادی کا صرف سولہ فیصدی حصہ کلیساؤں کا ممبر تھا اور ۱۹۴۰ء میں انچاس فیصدی۔

اتوار اور سبت کے اسکولوں میں قریب پونے چار کروڑ طالب علم اور اساتذہ شریک ہوتے ہیں۔ یہ تعداد سال گزشتہ کی تعداد سے قریب بائیس لاکھ کے زیادہ ہے۔ گرجاؤں کے مدرسوں کے اساتذہ اور آفیسرز کی تعداد قریب تیس لاکھ ہے یہ تعداد سال گزشتہ کی تعداد سے اڑھائی لاکھ کے قریب زیادہ ہے۔ یہاں دو لاکھ تیرہ ہزار کے قریب پادری ہیں۔ جو مقامی گرجوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ سال بھر میں گرجاؤں کے اجتماعات کی تعداد قریب تین لاکھ ہے۔ یہ تعداد سال گزشتہ کی تعداد کے مقابلہ میں قریب ساڑھے پانچہزار کے زیادہ ہے۔

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ امریکہ میں مذہب کی طرف رجحان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اس سالنامہ کے ایڈیٹر ڈاکٹر ہن سن کے خیال میں اس زیادتی رجحان کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ایٹم کی آنے والی تباہی سے بہت ڈرتے ہیں لیکن اس کونسل کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر بلیک نے لکھا ہے کہ اگرچہ مذہب کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ لیکن لوگوں کا اخلاقی معیار دن بدن گرتا جا رہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ مذہب کی طرف بطور فیشن آتے ہیں اس کا اپنے قلب پر کوئی اثر نہیں لیتے ہیں۔ ڈاکٹر بلیک نے یہ بھی کہا ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ مذہب سے مفہوم یہ ہے کہ ہم خدا کی عبادت کس طرح کریں۔ وہ مذہب کو اپنے مفاد کے حصول کے لئے آلہ کار بناتے ہیں۔ کہیں اس کے ذریعہ ملازمتوں کے حصول میں مدد لی جا رہی ہے۔ کہیں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اس سے انسان کی صحت ٹھیک رہتی ہے اور کہیں اسے اطمینان قلب کے لئے اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ جب دنیا میں صحیح معنوں میں امن موجود نہ ہو اور خود انسان کو بھی سچا اطمینان حاصل نہ ہو۔ تو اس کے لئے مذہب کے ذریعہ جھوٹے اطمینان کے فریب میں رہنا بڑی خطرناک بات ہے۔ (بحوالہ نیو یارک ٹائمز $\frac{9}{55}$ ۶)

حقیقت یہ ہے کہ مذہب (جن معنوں میں عام طور پر سمجھا جاتا ہے) نہ سچا اطمینان عطا کر سکتا ہے اور نہ ہی دنیا میں امن قائم رکھ سکتا ہے۔ امن اور اطمینان صرف دین کے ذریعہ ممکن ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کو خدائی قوانین کے مطابق متشکل کیا جائے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے انسانی اخلاق کا معیار بلند ہوتا ہے۔ اور اسی سے انسان کی ذات وہ نشو و نما حاصل کر سکتی ہے۔ جس میں سینہ کے تمام تضادات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کو حقیقی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ دین قرآن کے علاوہ دنیا میں کہیں اور نہیں مل سکتا۔ اس لئے امریکہ کی کلیساؤں کی کونسل نے جو یہ رونا رویا ہے کہ گرجاؤں میں جانے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ لیکن ان کے اخلاق کا معیار گھٹ رہا ہے تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ ہمارے ہاں جو لوگ اس بات سے بہت خوش ہو جاتے ہیں کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ انھیں بھی دیکھنا چاہیئے کہ مساجد میں جانے والوں کی اخلاقی حالت کیا ہے۔ اگر وہ صحیح تحقیق سے کام لیں گے تو اسی نتیجہ پر پہونچیں گے کہ ان کی اخلاقی حالت بھی کچھ بلند نہیں ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہمارے ہاں کے مذہب پرست طبقے نے بھی خدا کی "عبادت" اور دین کے معاملات کو دو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ عبادت اپنے طریقہ پر کر لی جاتی ہے اور معاملات اپنے انداز سے نمٹائے جاتے ہیں۔ مذہب میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ لیکن دین میں عبادت اور معاملات میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ ہر معاملہ جو خدا کے قانون کے مطابق طے کیا جائے عین عبادت بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ دین میں عبادت سے مقصد پوجا پاٹ نہیں ہوتا بلکہ خدا کے قوانین کی محکومیت ہوتا ہے۔ جب تک ہم اسلام کو مذہب کی سطح سے اٹھا کر دین کی سطح پر نہیں لاتے مذہبی رسوم و مناسک کی ادائیگی نہ ہماری زندگی کو حسین بنا سکتی ہے۔ نہ دنیا کو رہنے کے قابل۔

مزدور کا مستقبل

امریکہ کے اخبار نیو یارک ٹائمز نے اپنی پانچ ستمبر کی اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا ہے کہ قریب ستر سال پہلے جب امریکہ میں پہلے پہل لیبر ڈے منایا گیا تو اس وقت مزدوروں کی حالت یہ تھی کہ انھیں ہفتہ میں قریب ساٹھ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا۔ اور ان کی اجرت قریب گیارہ ڈالر فی ہفتہ تھی لیکن آج ان مزدوروں کی حالت اس کے مقابلہ میں بہت بہتر ہے انہیں کام بھی کم کرنا پڑتا ہے۔ اور اجرت بھی بہت زیادہ ملتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے فطرت کی قوتوں کو رفتہ رفتہ اس طرح مسخر کر لیا ہے کہ اب انسان کو جگر پاش مشقتیں نہیں

قرآنی انقلاب کا لٹریچر

معراج انسانیت (از پرویز) سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے ابھر کر سامنے آ گئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ مضبوط و حسین جلد مع گرد پوش۔ قیمت تیس روپے

ابلیس و آدم (از پرویز) سلسلۂ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق۔ قصۂ آدم جنات ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۳۰۷ صفحات ——— قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستور پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات ——— قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسلامی نظام اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۸۰ صفحات۔ قیمت دو روپے

سلیم کے نام (از پرویز) نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کا شگفتہ مدلل اور اچھوتا جواب بڑے سائز کے ۴۰۰ صفحات ——— قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے روزمرہ کی زندگی کے ساٹھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث ۴۰۰ صفحات ——— قیمت چار روپے

اسباب زوال امت (از پرویز) مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اڑتالیس صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے منظومات ہیں جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر سات سالہ دور آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ ۲۰۰ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳۔ کراچی

اٹھانی پڑتیں۔ فطرت کی قوتوں کو غلام بنا کر انسان غلامی سے نجات پا گیا ہے۔ اور یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اب اس کے بعد کوئی دور ایسا نہیں آئے گا۔ جب میں انسان کو انسان کا غلام بننا پڑے گا۔ یہی نہیں بلکہ مستقبل قریب میں وہ دور بھی آئے گا۔ جب دنیا میں کوئی شخص نہ غریب ہے گا نہ محتاج۔ پوری کی پوری نوع انسانی موجودہ دور کے شہزادوں سے بھی زیادہ خوشحال زندگی بسر کرے گی۔ یہ چیز مارکس کے نظریہ کے ماتحت نہیں ہوگی۔ بلکہ قوائے فطرت سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کا نتیجہ ہوگی۔

یہ صحیح ہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کرنے سے انسان ان قوتوں کی غلامی سے چھٹکارا حاصل کرتا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انسان خود اپنے آپ کا اس بری طرح سے غلام بنتا جا رہا ہے کہ اس غلامی سے چھٹکارا ناممکن نظر آتا ہے۔ اہل یورپ و امریکہ جنھوں نے اس حد تک تسخیر فطرت کر لی ہے کہ خود اپنی پیدا کردہ مشکلات کے حل میں بری طرح ناکام ہیں۔ ان مشکلات کا حل قوائے فطرت کے تسخر میں نہیں ملے گا۔ بلکہ اس میں ملے گا کہ ان قوتوں کے ماحصل کا استعمال کس طرح سے ہو۔ ان کا صحیح استعمال انسان کے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے ماتحت کبھی وہ نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ جس کی تلاش میں موجودہ دور کا انسان اس قدر حیران و پریشان پھر رہا ہے۔ ان کے استعمال کا صحیح اصول وہ ہے جسے قرآن نے خدا کی صفت رب العالمینی سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی فطرت کے ان عطیات کو تمام نوع انسانی کی مضمر صلاحیتوں کی نشو و نما کے لئے عام کر دیا جائے۔ اور اس میں انسان اور انسان میں کوئی تمیز نہ رکھی جائے۔ اسی کو نظام ربوبیت کہا جاتا ہے۔ جس کی تشکیل قرآن کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔

لیکن یورپ اور امریکہ والے قرآن کی رہنمائی کی طرف آئیں کس طرح جب کہ قرآن کے حاملین کی اپنی حالت یہ ہو کہ وہ اپنی روٹی کپڑے کے لئے بھی یورپ اور امریکہ کے محتاج ہیں۔ دنیا کی نجات اس میں ہے کہ قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعی خود اپنے ہاں اس نظام ربوبیت کو رائج کریں جس کے نتیجہ کو دیکھ کر دنیا فوج در فوج اس کی طرف آجائے اور اس طرح، زمین اپنے نشو و نما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے۔

فتوے کس کا چلے گا

ہمارے مذہبی رہنما پاکستان میں جس قسم کا اسلامی دستور نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق طلوع اسلام میں متعدد بار لکھا جا چکا ہے کہ اس دستور کی خصوصیت یہ ہوگی کہ ہر مسئلہ پیش نظر کے متعلق کتاب و سنت کی تعبیر معلوم کی جائیگی اور یہ تعبیر مختلف مذہبی فرقوں کی رو سے مختلف ہوگی طلوع اسلام نے جب بھی اس حقیقت کا انکشاف کیا تو ان لوگوں کی طرف سے ہمیشہ یہ کہا گیا کہ یہ اعتراضات محض اس لئے کئے جاتے ہیں کہ اس خیال کو عام کیا جائے کہ اس انداز کا اسلامی دستور ناقابل عمل ہوگا۔ اور حکومت اس سے عجیب قسم کی مشکلات میں پھنس جائے گی۔ لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ بنگال کی نظام اسلام پارٹی نے متحدہ محاذ سے جو سمجھوتہ کیا تھا۔ اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ کسی قانون یا مسودہ قانون کے بارے میں شریعت اسلامی کے مطابق یا مخالف ہونے کا فیصلہ جمعیۃ علمائے اسلام سے حاصل کیا جائیگا۔ یہ فیصلہ آخری اور ناطق متصور ہوگا۔ پچھلے دنوں جب یہ شق منظر عام پر آئی۔ تو اس کے متعلق معزز معاصر نوائے پاکستان نے اپنی ۱۰ر اکتوبر کی اشاعت میں حسب ذیل نوٹ لکھا:۔

> "نظام اسلام پارٹی ہو یا کسی پارٹی کو بلا شبہ یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی دینی رہنمائی کے لئے علمائے دین کے جس مکتب فکر کو چاہے ملازم قرار دے لے۔ لیکن پاکستان کے دوسرے دینی حلقے اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہوں گے کہ آخری فتوے کا اختیار جمعیت علمائے اسلام کے ہاتھ میں دے دیا جائے جو ایک خاص مکتب فکر کے علمائے کرام کی جماعت ہے۔ اس مقصد کے لئے دستور ملکی میں ایسی دفعہ بنانی پڑے گی۔ جو علمائے کرام کے متعدد مکاتب فکر سے متفقہ فتویٰ لینے کی شرط پر محمول ہو۔ مولانا اطہر علی صاحب ہر چند جمعیت علمائے اسلام کے رکن ہوں لیکن دستور میں کسی ایک جمعیت کو مفتی اعظم ہونے کا منصب تفویض نہیں کیا جا سکتا۔ کسی جمعیت، ادارہ یا ہیئت کو مفتی اعظم ہونے کا منصب سونپنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ باشندگان ملک کی اکثریت کون سے مکتب فکر کی پیرو ہے۔ اور وہ کن علمائے کرام کو مسند افتا پر بٹھانے کی متمنی ہے۔"

آپ نے غور فرمایا کہ ابھی دستور سازی کا آغاز بھی نہیں ہوا کہ ملک کے مذہبی فرقوں میں دو فرقوں میں ہی نہیں بلکہ ایک ہی فرقہ (اہل سنت والجماعت) کے مختلف حلقوں میں) شیخ الاسلام کی مسند نشینی کے لئے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ ہمارے معزز معاصر نے کہا ہے کہ دستور میں ایک ایسی دفعہ بنانی پڑے گی۔ جو علمائے کرام کے متعدد مکاتب فکر سے متفقہ فیصلہ لینے کی شرط پر محمول ہو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آج یہ مختلف مکاتب فکر جن مسائل میں باہمی اختلافات رکھتے ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہوگا کہ ان مسائل میں ان سے متفقہ فتوے حاصل کر لیا جائے؟ اگر دستور میں اس قسم کی دفعہ رکھ دی گئی۔ تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ نو من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچے گی۔ اس میں کچھ برا ماننے کی بات نہیں۔ ہماری ہزار سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ہمارے مذہبی فرقوں کے علماء چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی باہم متفق نہیں ہوئے۔ پھر پاکستان میں اس قسم کے اسلامی دستور کے نفاذ سے کون سا انقلاب آ جائے گا کہ یہ صدیوں کے اختلافات مٹ جائیں گے۔ اور ہمارے علماء ان مسائل کے متعلق متفقہ فتوے دیدیا کریں گے۔

یاد رکھئے اسلام اور مسلمانوں کی بہبود کی ایک ہی شکل ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم اپنے معتقدانہ جذبات اور تعصبات سے ہٹ کر حقائق کا سامنا کر سکیں۔ جس دن ہم میں اس کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ اس دن ہمیں یہ حقیقت بھی نظر آ جائے گی کہ سنت رسول اللہؐ کے مطابق اسلامی دستور کی یہی شکل صحیح ہوگی کہ ہم اپنے معاملات کو قرآن کریم کی روشنی میں باہمی مشاورت سے طے کریں۔ اور اس بات کو کبھی اپنے راستے میں روک نہ بننے دیں کہ ہمارے ہاں کیا ہوتا چلا آ رہا ہے؟۔

طلوع اسلام کا
آئندہ شمارہ
بتقریب عید میلاد النبی
شائع ہوگا

تحفہ دینا
اچھی بات ہے
بی پی
کی مٹھائیاں
تحفہ میں
دیجئے

اتحاد و استحکام۔ معاہدہ بغداد اس اتحاد کا قدم اول ہے اگر اسے صحیح معنوں میں عملی شکل دے دی گئی تو یہ اتنا موثر ہو جائے گا کہ کسی ایک مسلمان کے لئے اس سے علیحدہ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ پاکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کو اس نکتہ کو خصوصیت سے نگاہ میں رکھنا چاہیئے۔

عالمِ اسلامی

مغرب اقصیٰ کے مصائب کے خاتمے کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ الجزائر کا مسئلہ یوں تو اقوام متحدہ میں بھی پہنچا دیا گیا ہے۔ لیکن وہاں سے کسی تصفیہ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ مقامی طور پر ہنگامے جاری ہیں۔ اور فرانس فوجی قوت سے انہیں کچل رہا ہے۔ اس وقت اس ملک میں فرانسیسی فوج کی تعداد کا تخمینہ ایک لاکھ بیس ہزار کا ہے۔ اور ابھی اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ کم و بیش مزید ساٹھ ہزار کی اور ضرورت ہوگی۔ گویا نو لاکھ کی آبادی کے لئے کم و بیش پونے دو لاکھ فوج استعمال ہوگی۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ فرانس کس تشدد سے کام لے رہا ہے۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین کا جوش و خروش کتنا زیادہ ہے۔

مراکش کی صورت حال میں بھی کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں ہوئی۔ ریجنسی کونسل کا معاملہ جوں کا توں پڑا ہے۔ اب مراکش میں آباد فرانسیسیوں نے ریجنسی کونسل کے بنانے کی مخالفت شروع کر دی ہے۔ انہی کے دباؤ کا نتیجہ ہے کہ سلطان ابن یوسف کو معزول کر دیا گیا تھا اور ان کی بجائے ابن عرفہ کو تخت نشین کر دیا گیا تھا یہ تبدیلی افراد کی تبدیلی نہیں تھی۔ بلکہ اتنی اہم تھی کہ وطن پرستوں نے ابن یوسف کی واپسی کو اپنا قومی مطالبہ بنایا اب وہ بڑی مشکل سے اس پر راضی ہوئے تھے کہ ابن عرفہ کو ہٹا کر ابن یوسف کو واپس لانے کی بجائے ایک ریجنسی کونسل قائم کر دی جائے۔ لیکن ایسے نظر آتا ہے۔ کہ فرانسیسی آباد کار ان کے جذبۂ مفاہمت کو پوری طرح ٹھکرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ضد پر قائم ہیں اور ریجنسی کونسل کو انھوں نے معرضِ وجود میں نہ آنے دیا تو صورت حال یقیناً مخدوش تر ہو جائے گی۔ رباط میں ایک چوٹی کے وطن پرست قائد نے ابھی دنوں کہا ہے کہ اگر مراکش کو اندرونی خود مختاری جلدی نہ دی گئی۔ تو وہ امن کی قیمت بڑھا دیں گے۔ بالکل قابل فہم ہے۔ مغرب اقصیٰ میں آزادی خواہوں نے فرانس سے غیر معمولی طور پر نرم سلوک کیا ہے۔ ورنہ فرانس کے جبر و تشدد کے پیش نظر تو انھیں مکمل آزادی کا مطالبہ کرنا چاہیئے تھا۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ مراکش کی اصلاحات کا معاملہ جلدی فیصل نہیں ہو سکے گا۔ فرانس کے موجودہ وزیر اعظم فارما کا خیال ہے کہ اگلے مہینے میں ان اصلاحات کا خاکہ تیار کر لیا جائے۔ لیکن ان کے خلاف بھی عدم اعتماد کی قرارداد پیش کر دی گئی ہے۔ اگر یہ قرارداد منظور ہو گئی۔ اور ان کی حکومت ختم ہو گئی۔ تو معاملہ پھر کھٹائی میں پڑ جائے گا۔

افغانستان سے پرچم کا معاملہ خدا خدا کر کے طے ہوا تھا کہ کابل کی حکومت نے پھر ایک ڈھونگ کھڑا کر دیا ہے۔ اس مہینے کے شروع میں سردار داؤد خاں وزیر اعظم افغانستان نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ وزیر اعظم پاکستان سے ۱۴ر اکتوبر سے پہلے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کی تجویز کراچی میں ۹ر اکتوبر کو موصول ہوئی اور انھیں کہہ دیا گیا کہ وہ ۱۲ر کو یا اس کے بعد آ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں حکومت افغانستان نے لکھا کہ سردار صاحب ۱۵ر یا ۲۰ر اکتوبر کو آ سکتے ہیں انہیں کراچی سے جواب دیا گیا کہ دونوں تاریخوں میں سے ایک تاریخ پر وہ آ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں سردار صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کی ملاقات تک مغربی پاکستان کی وحدت کا منصوبہ ملتوی کر دیا جائے۔ اس کا جواب یہی دیا جا سکتا تھا کہ اب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ کراچی کے افغانی سفیر کو واپس بلایا جا رہا ہے۔ یہ انقطاع تعلقات کا پیش خیمہ ہو یا نہ ہو۔ اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ افغانی حکومت کی ذہنیت میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں آئی ہے۔ اور نہ آگے توقع کی جا سکتی ہے۔ پرچم کے معاملہ میں افغانستان سے بڑی رعایت برتی گئی تھی۔ اور پاکستان نے انتہائی کوشش کی تھی۔ کہ افغانستان سے تعلقات خراب نہ ہوں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ افغانستان استواری تعلقات کا قائل ہی نہیں افغانستان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ اس پر قرون مظلمہ کی مذموم ترین ملوکیت مسلط ہے۔ جب تک یہ لعنت باقی ہے مسلمانان افغانستان کو کیا مسلمانان عالم کو اطمینان نصیب نہ ہوگا۔

معاملہ مغرب اقصیٰ کا ہو یا افغانستان کا اس کا علاج ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانان عالم کا

خط و کتابت کرتے وقت
اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں
ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

ماہنامہ طلوع اسلام کے
پرانے پرچے

ماہنامہ طلوع اسلام کے جو پرانے پرچے دفتر میں موجود ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۹۴۹ء	اگست، ستمبر، نومبر، دسمبر
۱۹۵۱ء	جون، ستمبر، اکتوبر، نومبر
۱۹۵۲ء	اگست تا نومبر
۱۹۵۳ء	جنوری و اکتوبر کے علاوہ سب
۱۹۵۴ء	پورے سال کے

یہ پرچے بجائے طلوع اسلام کی چوتھائی قیمت پر اور دیگر اصحاب کو آدھی قیمت پر دیئے جائیں گے۔
خواہشمند حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں۔ ورنہ پرچے ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام — کراچی

ایشیاٹک آپٹیکل کمپنی
آپٹیشنز
۱۳۔ وکٹوریہ روڈ کراچی
۷۳۔ ڈلہوزی روڈ راولپنڈی

تاریخ الامت

علامہ اسلم جیراجپوری مدظلہ کی تاریخ کی وہ بے مثل کتاب جو تقسیم سے پہلے بیشتر درسگاہوں میں بطور نصاب شامل تھی۔ اب مولف کی اجازت سے طلوع اسلام نے اسے دوبارہ چھاپا ہے۔

قیمت حصہ اول (سیرت رسول اللہ صلعم)
دو روپے۔

قیمت حصہ دوم (خلافت راشدہ)
دو روپے آٹھ آنے۔

کتاب آٹھ حصوں پر مشتمل ہے۔ باقی حصے عنقریب شائع ہو جائینگے۔

اعجاز القرآن

از علامہ تمنا عمادی مدظلہ

جس میں مختلف جہات سے قرآن کے اعجاز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کی چند اقساط ماہوار طلوع اسلام میں آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ ناظرین کے مسلسل اصرار پر اب اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

جن حضرات کی رقم ادارہ کے پاس جمع ہے انہیں آرڈر دینے کی ضرورت نہیں ان کی خدمت میں یہ کتاب نومبر کے پہلے ہفتہ میں خود بھیجدی جائیگی۔ البتہ ان میں سے جو حضرات یہ کتاب نہ منگانا چاہیں وہ ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۵۵ء تک مطلع فرمادیں۔

سائز ۲۰x۳۰/۸ ضخامت ۱۱۲ صفحات
قیمت غیر مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے
علاوہ محصول ڈاک

اقبال اور قرآن

اقبال نے قرآنی انقلاب کی آواز سے فضا کو معمور کیا۔

قرآن کیا کہتا ہے اور اقبال کا پیغام کیا ہے؟

ان کے جوابات مفسر قرآن اور ترجمان اقبال پرویز سے سنئے۔

ضخامت ۲۵۶ صفحات قیمت دو روپے

ابلیس و آدم

سب سے پہلا انسان کس طرح معرض وجود میں آیا؟ آدم اور خلافت آدم کا مفہوم کیا ہے۔ ابلیس کیا ہے اور آویزش ابلیس و آدم کیا؟ وحی کیا ہے اور وحی نے انسان کو کیا عطا کیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات اس کتاب میں دیکھئے۔

صفحات ۳۷۶ قیمت آٹھ روپے

یہ ٹھیک ہے

کہ آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں وہی آئین نافذ ہو جو

قرآن کے اصولوں کے مطابق

ہو

لیکن آئین کی تسوید سے وہ معاشرہ متشکل ہوکر سامنے نہیں آجائیگا

جس کا تصور

قرآن دیتا ہے۔

قرآنی معاشرہ کیا ہے؟ وہ معاش کا جو انسان کیلئے لاینحل مسئلہ بن گیا ہے کیا حل دیتا ہے؟ وہ دنیا کے مروجہ نظاموں کے مقابلہ میں کیوں قابل ترجیح ہے؟ وہ ہماری مشکلات کو کس طرح حل کردیگا؟

یہ کچھ جاننے کیلئے دیکھئے

✡ نظام ربوبیت ✡

(از - پرویز)

جو قرآن کے نظم معاشرت کو منضبط کرنیکی پہلی کوشش ہے

قسم اول۔ کاغذ سفید کرنا فلی۔ جلد مضبوط مع گرد پوش چھ روپے۔

قسم دوم۔ کاغذ میکانیکل۔ صرف ڈسٹ کور کے ساتھ چار روپے۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۷۳۱۳ ۔ کراچی-۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi.
Editor: KHURSHID ALAM.